نومبر Nov. 2022

ماہنامہ

صدائے شبلی

حیدرآباد

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad
ISSN: 2581-9216

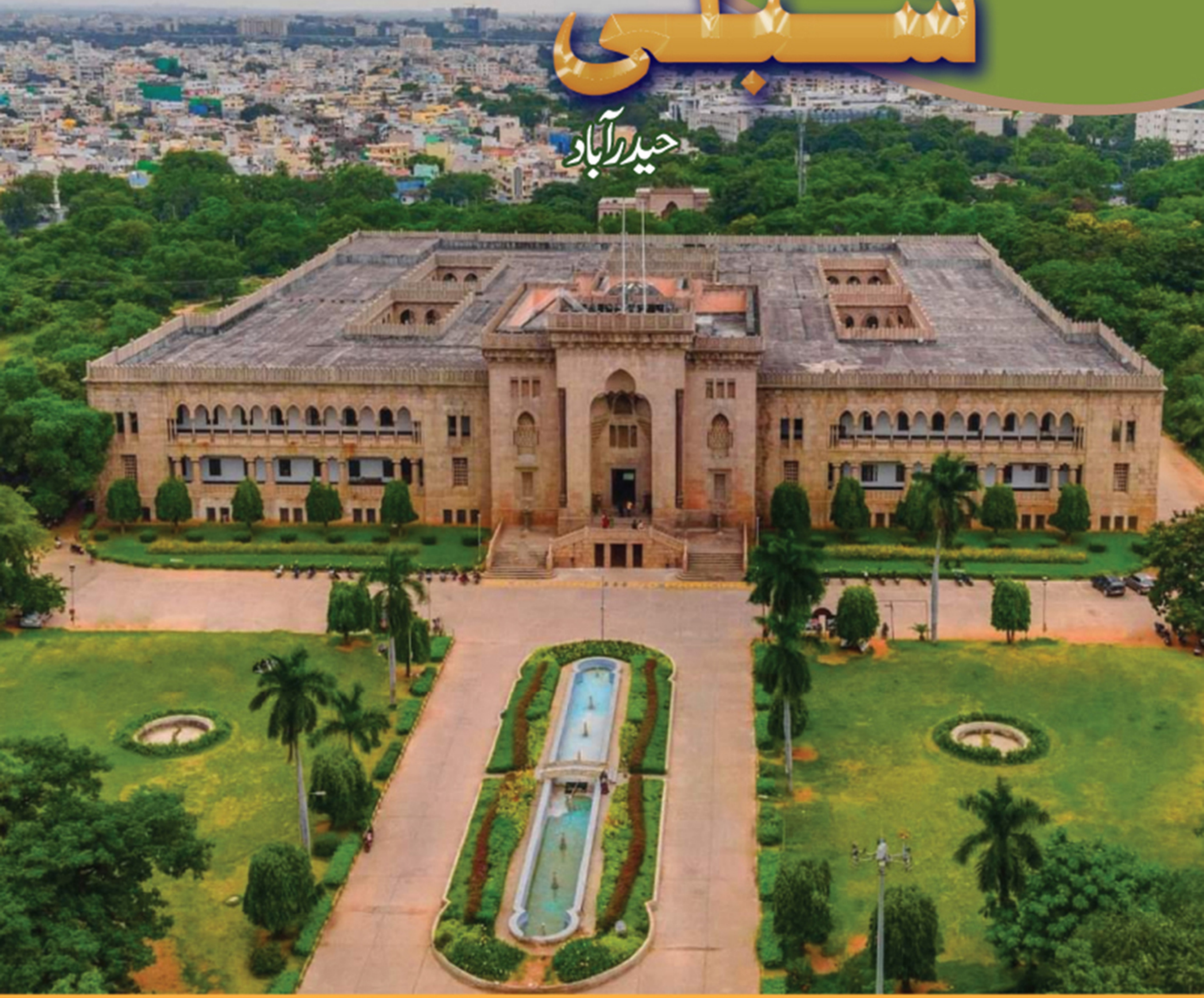

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد حامد ہلال اعظمی

قیمت : -/20 روپے

www.shibliinternational.com

ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

Monthly Hyderabad

SADA E SHIBLI

Issue:57 شمارہ: Vol :5: جلد: Nov 2022 نومبر

مدیر:

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران:

ڈاکٹر عبدالقدوس

ڈاکٹر سراج احمد انصاری

ابوہریرہ یوسفی

قیمت فی شمارہ:	20/-
سالانہ:	220/-
رجسٹرڈ ڈاک:	350/-
بیرونی ممالک:	50/- امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:	2000/-

SADA E SHIBLI
A/c: 1327102000023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

Email: sadaeshibli@gmail.com

Mob: 9392533661 - 8317692718

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔ پروفیسر مظفر علی شہہ میری

پروفیسر محسن عثمانی ندوی۔ پروفیسر ابوالکلام

پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

مفتی محمد فاروق قاسمی۔ مولانا ارشاد الحق مدنی

مولانا محمد مساعد ہلال احیائی

اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ۔ محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق۔ ڈاکٹر حمران احمد۔ ڈاکٹر ناظم علی

ڈاکٹر مختار احمد فردین۔ ڈاکٹر غوثیہ بانو

ڈاکٹر سید امام حبیب قادری۔ ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی

ڈاکٹر سمیہ تمکین۔ ڈاکٹر صالحہ صدیقی

ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ڈاکٹر آصف لئیق ندوی۔ ڈاکٹر مظفر علی ساجد۔

مولانا عبدالوحید ندوی۔ مولانا احمد نور عینی

ابوہریرہ ایوبی۔ محسن خان

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط و کتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352,
B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Dabirpura Road, Purani Haveli,
Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	اپنی بات	ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی	۵
۲	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۶
۳	رحمۃ للعالمین	مولوی صفوۃ الرحمٰن صابر	۷
۴	ڈاکٹر نادر المسدوسی — عہد ساز شخصیت	ڈاکٹر محمد ناظم علی	۱۱
۵	انحراف	ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی	۱۲
۶	خبر (ایوارڈ)	اُردو اکیڈمی تلنگانہ	۱۷
۷	بارات میں کھو گیا ولیمہ	امداد الحق بختیار قاسمی	۱۸
۸	صاحب طرز ادیب مولانا نسیم اختر شاہ قیصرؒ	امانت علی قاسمی	۲۱
۹	نظم حب الوطن	رفعت النساء کنیز	۲۳
۱۰	جدید تدریسی تقاضے اور اساتذہ کی اخلاقی و پیشہ وارانہ ترجیحات	فاروق طاہر	۲۴
۱۱	غزل	ڈاکٹر نادر المسدوسی	۲۸
۱۲	بی شیام سندر: مشیرِ حضور نظام وقائدِ پست کردہ اقوام	احمد نور عینی	۲۹
۱۳	منہاج القرآن پبلی کیشنز کے تراجم کا جائزہ	احمد ولی اللہ صدیقی	۳۵
۱۴	نعتِ رسول ﷺ	قاری ولی محمد زاہد ہریانوی	۳۸
۱۵	نعتیہ مشاعرہ	رپوتاژ ایڈیٹر	۴۰
۱۶	''روزنامہ راشٹریہ سہارا شہروں سے قریات تک''	ایڈیٹر	۴۱

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے خصوصی معاونین

جناب **ابوسفیان اعظمی**، مقیم حال ممبئی

جناب **محمد یوسف** بن الحاج محمد منیر الدین عرف ولی مرحوم، حیدرآباد

مفتی **محمد فاروق قاسمی**، صدر علماء کونسل وجے واڑہ، آندھرا پردیش

ڈاکٹر **سید جلیل حسین** ایم ڈی (علیگ) ٹولی چوکی حیدرآباد

مولانا **منصور احمد قاسمی**، معین آباد، تلنگانہ

الحاج **رئیس احمد اقبال**، انجینئر صدر سہارا ویلفیئر سوسائٹی، حیدرآباد

الحاج **محمد زکریا انجینئر** (داماد استاذ الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ)

ڈاکٹر **شہباز احمد**، پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج چارمینار، حیدرآباد

مولانا **محمد عبدالقادر سعود**، نائس جوس سینٹر سکندرآباد، حیدرآباد

الحاج **محمد قمر الدین**، نبیل کالونی بارکس حیدرآباد

الحاج **محمد عبدالکریم**، صدر مسجد اشرف کریم کشن باغ، حیدرآباد

اپنی بات

ماہ نومبر عظیم شخصیات کے پیدا ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں بڑی اہمیت کا حامل ہے جیسے ہی یہ مہینہ شروع ہوتا ہے اور اس کی ۹ تاریخ آتی ہے تو برصغیر میں پورے جوش وخروش کے ساتھ عالمی یوم اُردو یا علامہ اقبال ڈے منایا جاتا ہے، یہ ڈے کی روایت مشرقیوں کو مغرب سے ملی ہے جسے مشرقی بڑی خوب صورتی اور چابک دستی سے انجام دیتا ہے، خیر کا وجود کسی بھی طریقے سے ہو جائے اسے دل بڑا کر کے تسلیم کرنا چاہئے۔ اردو وہ زبان ہے کہ شاعر کہتا ہے۔

کوئی بچہ جب اردو بولتا ہے　　　میرے کانوں میں مصری گھولتا ہے

زبان کی لطافت اس کی مٹھاس میں پوشیدہ ہے اردو ایسی زبان ہے کہ اس میں مٹھاس ہے اور اس میں ہمہ اقسام مضامین اور ہمہ زبان کی جذب کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ مگر یہ زبان تعصب اور مبالغہ آرائی کا شکار ہے۔ اردو زبان سے دردمندی رکھنے والے ہر شخص کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اردو کے فروغ میں داخلی خارجی طور پر بھرپور تعاون فرمائیں۔

ماہ نومبر کی دس تاریخ کو ٹیپو سلطان پیدا ہوئے، انھیں ان کی بہادری کی وجہ سے شیر میسور کہا جاتا ہے، ان کا مشہور مقولہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ”گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے“ آج قوم کے ہر غیور لوگوں کو اسے یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔

ماہ نومبر کی گیارہ تاریخ کو امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہ آزاد نومولود ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم تھے۔ انہوں نے تعلیم کے تانے بانے کی خوب پود لگائی جس میں ابتدائی تعلیم سے انتہائی تعلیم کے ترقی کے لئے تمام مراحل موجود ہیں کہ جس پر سوار ہونے کے بعد ملک وملت کی روشن منزلیں دکھائی دیتی ہیں۔ مولانا آزاد مفسر، مدبر، مقرر وصحافی، انشاء پرداز، کئی زبانوں پر عبور اور بلند سوچ کے سیاستداں تھے۔ انہوں نے آزادی کی تحریک میں اپنے وجود کے ذریعہ جان پھونک دی، انہوں نے اپنی فکر کے ذریعہ ہر ہندوستانی کو آزادی کی فضا میں رہتے ہوئے بلندی تک پہنچانے کے لئے راستہ دکھا دیا مگر ابھی ایصال الی المطلوب باقی ہے یعنی آزادی تو مل گئی ہے مگر آزادی کے کام باقی ہیں۔ موجودہ وقت میں آزادی کے کام میں بڑے بڑے مسائل کھڑے ہوئے ہیں، تشدد اور تعصب سر چڑھ کر بول رہا ہے، فرقہ پرستی عروج پر ہے ایسے وقت میں اپنی نظر کو مولانا آزاد کے نظریے میں گاڑنے کی ضرورت ہے، اے کاش..........بقول شاعر۔

سرفروشانِ محبت کے جنوں کے آگے　　　سرِ قاتل سرِ دار بھی خم ہوتا ہے
دستِ جلاد سے گر جاتی ہے شمشیر ستم　　　حرفِ حق سینۂ باطل پہ رقم ہوتا ہے

ماہ نومبر کی اٹھارہ تاریخ کو علامہ شبلی نعمانی اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے تھے، انہوں نے سیرت النبی ﷺ کی تصنیفی مراحل میں یہ کہا تھا کہ

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستاں لکھی　　　مجھے چند مقیم آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم　　　خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

ادارہ شبلی انٹرنیشل ایجوکیشنل ٹرسٹ بالا ہستیوں کی خدمات پر انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے، کیوں کہ ان کی خدمات انھیں پسِ مرگ زندہ ہونے کی یاد دلاتی ہے۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

سب سے بڑھ کر طیش اور غضب کا موقع افک کا واقعہ تھا، جب کہ منافقین نے حضرت عائشہؓ صدیقہ کو نعوذ باللہ تہمت لگائی تھی، حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کی محبوب ترین ازواج اور ابوبکرؓ جیسے یارِ غار اور افضل الصحابہ کی صاحب زادی تھیں، شہر منافقوں سے بھرا پڑا تھا، جنھوں نے دم بھر میں اس خبر کو اس طرح پھیلا دیا کہ سارا مدینہ گونج اٹھا، دشمنوں کی شماتت، ناموس کی بدنامی، محبوب کی تفضیح، یہ باتیں انسانی صبر وتحمل کے پیمانہ میں نہیں سما سکتیں، تاہم رحمتِ عالم ﷺ نے ان سب باتوں کے ساتھ کیا کیا؟ تہمت کا تمام تر بانی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا اور آپ ﷺ کو اس کا بخوبی علم تھا، با ایں ہمہ آپ ﷺ نے صرف اس قدر کیا کہ مجمع عام میں منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ''مسلمانو! جو شخص میرے ناموس کے متعلق مجھ کو ستاتا ہے، اس سے میری داد کون لے سکتا ہے'' حضرت سعدؓ بن معاذ غصہ سے بے تاب ہو گئے اور اٹھ کر کہا میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں، آپ ﷺ نام بتائیں تو اس کا سر اڑا دوں، سعدؓ بن عبادہ نے جو عبداللہ بن اُبی کے حلیف تھے، مخالفت کی اور اس پر دونوں طرح کے حمایتی کھڑے ہو گئے، قریب تھا کہ تلواریں کھنچ جائیں، آپ ﷺ نے دونوں کو ٹھنڈا کیا، واقعہ کی تکذیب خود خدا نے کر دی اور تہمت لگانے والوں کو شرعی سزا دی گئی، تاہم عبداللہ بن ابی اس بنا پر چھوڑ دیا گیا کہ اس کو تہمت لگانے کا اقرار نہ تھا اور ثبوت کے لیے شرعی شہادت موجود نہ تھی، تہمت لگانے والوں میں جن کو سزا دی گئی، ایک صاحب مسطح بن اثاثہ تھے، ان کی معاش کے کفیل حضرت ابوبکرؓ تھے، تہمت لگانے کے جرم میں حضرت ابوبکرؓ نے ان کا روزینہ بند کر دیا، اس پر یہ آیت اتری: وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. (نور۔۲۴:۲۲)

تم میں سے جو لوگ صاحب فضیلت اور ذی مقدور ہیں ان کو یہ قسم نہیں کھانا چاہیے کہ قرابت داروں اور مسکینوں اور مجاہدوں سے سلوک نہ کریں گے تم کو عفو اور در گذر سے کام لینا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو بخش دے، خدا غفور رحیم ہے۔

تہمت لگانے والوں میں (جیسا کہ صحیح ترمذی کتاب التفسیر سورۂ نور ص ۵۲۵ میں تصریح ہے) حضرت حسانؓ بھی تھے، حضرت عائشہؓ کو ان سے جو رنج تھا وہ عفو کی حد سے متجاوز تھا لیکن یہ آنحضرت ﷺ کے فیض صحبت کا اثر تھا کہ جب عروہؓ بن زبیر نے حضرت عائشہؓ کے سامنے حضرت حسانؓ کو برا کہنا شروع کیا تو حضرت عائشہؓ نے روک دیا کہ یہ (حسانؓ) آنحضرت ﷺ کی طرف سے کفار کو جواب دیتے تھے۔

مدینہ کے منافق یہودیوں میں سے لبید بن اعصم نے آپ ﷺ پر سحر کیا تاہم آپ ﷺ نے کچھ تعرض نہ فرمایا (حضرت عائشہؓ نے مزید تحقیق کی تحریک کی تو فرمایا میں لوگوں میں شورش نہیں پیدا کرانا چاہتا)

(سیرۃ النبیؐ، جلد: دوم، ص: ۲۸۱-۲۸۳)

مولوی صفوۃ الرحمن صابر۔ حیدرآباد

رحمۃ للعالمین

معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم!

انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ انسان ہی کو دیکھ کر انسان بنتا ہے۔ انسان بننے کے لئے یعنی بندگی رب کا شرف اور خلافت الٰہی کا منصب حاصل کرنے کے لئے ہدایت ربانی کے علاوہ انسانوں کو ایک کامل نمونۂ بندگی اور کامل نمونۂ انسانیت وخلافت کی ضرورت تھی جو اللہ رحمٰن ورحیم کے تمام بندوں کے لئے عملی نمونہ ہو ایسی مجسم رحمت شخصیت کا دنیا میں تشریف لانا اور آنے والی نسلوں کے لئے اس کی حیات طیبہ کے نقوش واضح طور سے قیامت تک دنیا میں محفوظ رہنا انسانوں کی ایک فطری ضرورت ہے تاکہ حق کے پیاسے اسی آب حیات سے اپنے گلشن حیات کو تروتازہ رکھیں۔ خالق انسان نے انسانوں ہی میں سے جس برگزیدہ ہستی کو بندگی وانسانیت کا کامل نمونہ بنا کر طالبان حق کا رہبر وہادی بنایا اور انسان کی فطری ضرورت کو پورا کیا وہ ذات اقدس ''حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم'' ہیں۔

سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

آپ ﷺ کی رسالت ایک اتنی اٹل حقیقت ثابت ہوچکی ہے کہ دیگر مذاہب کے اہل فکر بھی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور رہبر قوم مسٹر گاندھی بھی آپ ﷺ کی رسالت کے قائل تھے، لیکن یہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ آپ ﷺ صرف ایک ملک وقوم کی ہدایت کے لئے مامور تھے، بلا لحاظ نسل وقوم وتمام انسانوں کے لئے آپ ﷺ کو اللہ کا آخری رسول اور ہادی برحق تسلیم کرنا ان کی سمجھ میں نہیں آیا،

آپ بیتی - مولوی صفوۃ الرحمٰن صابر

مرشد حضرت محمد حسین رحمۃ اللہ سہروردی وقادری وچشتی ومجددی جو حضرت مچھلی والے شاہ صاحب کے خلفاء میں تھے، راقم الحروف اُن کے تلامذہ میں سے ہے، مرشدی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں توحید آثاری وتوحید افعالی وتوحید صفاتی وتوحید وجودی (ذاتی) وانائے واحد، وجود واحد اور یافت وشہود حق کی مشق کے ساتھ ''اسرار'' وحدۃ الوجود کی مکمل تعلیم پائی اور سند خلافت حاصل کی، مرشدی مرحوم کی ہدایت تھی کہ ابتداءً شیخ کی اتباع تکمیل تعلیم کے بعد قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیق، بعد تحقیق شیخ سے اتفاق یا اختلاف۔ یہ آپ بیتی اس لئے زبان قلم پر لائی گئی کہ کوئی یہ نہ کہے:

رازِ درونِ پردہ زرندان مست پرس
کیں حال نیست زاہد عالی مقام را
بیا در دید گر ایں جا بود زباں دانے
غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

(ترجمہ) پس پردہ (پوشیدہ) راز کو (اگر پوچھنا ہے) تو رندان سرمست سے پوچھ۔ کیونکہ یہ زاہد عالی مقام کا حال نہیں ہے جو سب سے پوچھا جاسکے۔ اگر یہاں کوئی زبان داں ہو تو اسے لاؤ کیوں کہ غریب شہر کو بہت کچھ بیان کرنا ہے۔

حالانکہ یہ اعلان حق ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا. (الاعراف ع ۲۰) (ترجمہ) کہیئے اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

آپ ﷺ قیامت تک تمام انسانوں کے لئے ہادیٔ برحق ہیں

خود حضرت محمد ''رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمادی کہ مجھ سے پہلے ہر نبی ایک خاص قوم کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے رہے اور میں تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

كان النبی يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة (متفق علیہ) (ترجمہ) ہر نبی خاص قوم کے لئے تھے اور میں تمام انسانوں کے لئے ہوں۔

حدیث مسلم کے الفاظ ہیں: ارسلت الى الخلق كافة. (ترجمہ) میں تمام خلق (کی ہدایت) کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

ان ارشادات کا واضح مطلب یہی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بلالحاظ رنگ ونسل، ملک وقوم، تمام بنی نوع انسان کے لئے اللہ کے رسول اور ہادیٔ برحق ہیں، اسی وجہ سے یہ بھی اعلان کردیا گیا کہ علماً وعملاً اسی ہادیٔ برحق کی اتباع کے بغیر کوئی انسان آخرت میں بامراد زندگی نہیں پاسکتا۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الاعراف ع ۱۹)

پس جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اوران کی حمایت کرتے اوران کی مدد کرتے ہیں اوراس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا، ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور یہ بھی اعلان کردیا گیا کہ آپ ﷺ ہی کی پیروی کرنے سے انسان انتشار وپراگندگی وگمراہی کی گھاٹیوں سے نکل کرامن وسلامتی وہدایت کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ. (الاعراف ع ۲۰)

ایک طرف تو یہ اعلاناتِ حق ہیں دوسری طرف حسب ذیل واقعات ہیں:

۱- جس جماعت نے آپ ﷺ کو اللہ کا رسول ﷺ تسلیم کرکے آپ ﷺ کی اتباع میں منازلِ ہدایت طئے کئے، اس میں ہر ملک وقوم ونسل کے انسان شامل تھے، عربی بھی تھے، اور حبشی بھی، رومی وایرانی بھی تھے اور یہودی ونصرانی بھی، آنحضرت ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے ان ہی متبعین اور جانشینوں کے ذریعہ اسلام زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلا۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ تقریباً ہر ملک وقوم ونسل کے انسان حلقہ بگوشِ ہوئے اور انسانیت کا مقام یعنی بندگیٔ رب کا شرف حاصل کیا۔

۲- آپ ﷺ کی رسالت سے پہلے تمام دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ ہر ملک وقوم میں سو (۱۰۰) دوسو (۲۰۰) چارسو (۴۰۰) پانچ سو (۵۰۰) سال کے بعد اللہ کی طرف سے رسول، نبی، جن کو ہندو اپنی زبان میں اوتار کہتے ہیں پیدا ہوتے گئے مگر رسالتِ محمدیہ ﷺ کے بعد سے دنیا کے کسی ملک وقوم میں کوئی رسول نہیں آیا۔

۳- حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام پیدا ہوتے رہے، آج دنیا کے سامنے نہ اُن کی لائی ہوئی خالص الٰہی تعلیم ہے اور نہ دنیا کے سامنے ان کی زندگیوں کا کوئی نمونہ ہے، اس کے برخلاف آنحضرت ﷺ پر نازل کی ہوئی الٰہی کتاب آج تک لفظاً ومعناً اپنی اصلی زبان واصلی حالت میں ہے۔ ساڑھے تیرہ سو (۱۳۵۰) برس سے زیادہ عرصہ گزرجانے کے باوجود وہ زبان ایک زندہ اور کاروباری زبان ہے اور اسی طرح آنحضرت کی زندگی کا ایک ایک گوشہ بھی بطور اسوۂ حسنہ محفوظ ہے۔

۴- آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں، ہر ملک ونسل وقوم میں آپ ﷺ کے نام لیوا، آپ ﷺ کے متبعین پھیلے ہوئے ہیں اور دن میں پانچ مرتبہ آپ ﷺ کے رسول اللہ ﷺ ہونے، تمام انسانوں کے ہادیٔ برحق ہونے، اور آپ ﷺ کی تعلیم، تمام انسانوں کے لئے موجب صلاح وفلاح ہونے کا اعلان کرتے رہتے ہیں، اگرچہ کہنے والوں کی آواز میں وہ ایمانی قوت نہیں ہے۔ مگر دنیا آپ کے حقیقی

متبعین سے خالی بھی نہیں۔

۵- اس کامل نمونۂ بندگی وانسانیت سے جو حضرات فیض یاب ہوئے انہوں نے دنیا سے گندگی وبہیمیت دور کر کے دنیا کو انسانیت کا جو سبق دیا، دنیا اس کو فراموش نہیں کر سکتی۔ آج اقوام عالم میں انسانیت کے جو کچھ مٹے ہوئے ظاہری آثار پائے جاتے ہیں وہ ان ہی حضرات کے نقوشِ پا ہیں۔ اگر اقوامِ عالم اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر غور کریں تو اپنے کو اِن ہی حضرات کے احسانات سے گراں بار پائیں گی۔ ان متبعین رسالت اور ان کے شاگرد جن کا سلسلہ قرناً بعد قرنٍ صدہا برس سے جاری ہے ان کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جو پاکیزگی وصالحیت ان کی زندگیوں میں نظر آتی ہے وہ کسی اور غیر اسلامی نظام زندگی کا اتباع کرنے والوں میں نظر نہیں آتی آج بھی مسلمان اگرچہ بڑی حد تک علماً وعملاً اتباعِ رسالت کی سعادت سے محروم ہیں لیکن جس حد تک بھی متبع رسالت ہیں۔ اس کا یہ فیض وبرکت ہے کہ دیگر اقوام کے افراد کے مقابلہ میں ظلم وحق تلفی، سنگ دلی، بے رحمی ان میں بہت کم ہے۔ یہ ایک آنہ ظلم وحق تلفی کرتے ہیں تو یہ دیگر اقوام کے افراد سولہ آنے ظلم وبے رحمی پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان وحیدر آباد کا حالیہ انقلاب اس حقیقت کا ایک تازہ ثبوت ہے۔ اگر چہ یہ ایک آنہ ظلم وزیادتی وبے رحمی بھی اسلام کے دامن پر ایک نہایت ہی بدنما داغ ہے۔

۶- اسلامی دورِ حکومت جس کی مدت ایک ہزار برس سے زیادہ ہے (خلفائے راشدین سے لے کر مغلیہ دورِ حکومت تک) اگر چہ خلفائے راشدین کے دورِ حکومت کی آب وتاب بعد کے زمانہ میں نہیں تھی لیکن اصولاً نظامِ حکومت بڑی حد تک وہی تھا۔ اس کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ زندگی کے جو مسائل آج کی ترقی یافتہ دنیا کو پریشان کئے ہوئے ہیں، مثلاً بے روزگاری، معاشی حیرانی وپریشانی، مزدور وسرمایہ دار کی کش مکش، کساد بازاری، نفع اندوزی، قحط، غلبہ کی قلت، مساواتِ مرد وزن کا غیر فطری نظریہ، جنسی بے روک تعلقات کی معاشرتی تباہ کاریاں، ملکی ونسلی طبقہ واری نزاعات، جرائم اور انفرادی جھگڑوں کی کثرت وغیرہ جیسے فتنہ وفساد کا اُس دورِ حکومت میں شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ نیز عرب سے ہسپانیہ تک اور چین وہندوستان سے افریقہ تک اس سازگار فطرت فضاء سے زمین معمور دکھائی دیتی ہے۔ جس میں ہر ملک وقوم کے انسان ایک ہی آستانۂ حق پر سرافگندہ پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی رشتۂ اخوت ومحبت میں منسلک نظر آتے ہیں، ان میں نہ قومی وملکی ونسلی امتیازات تھے اور نہ جغرافیائی حدود کی تفریق۔ ایک ہی ہادیٔ برحق کی اتباع کا یہ اثر وفیض عام تھا۔

۷- حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجنے کا جو مقصد اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وہ ملاحظہ ہو:

ایک مقصد تو یہ ہے کہ بندوں کو علم وحکمت اور عقل ودانش مندی سکھلائی جائے تاکہ بندے اصلی وابدی خیر وشر کو سمجھیں اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ رہ کر پاکیزہ زندگی بسر کریں اور اصلی وابدی، آخرت کی خیر واقعی زندگی کے مستحق ہوجائیں۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (بقرہ ع۱۶) (ترجمہ) اُن کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے ہیں اور ان کو پاکیزہ بناتے ہیں۔

اور دوسرا مقصد انسان کو یہ تعلیم دینا کہ کون سے کام اور کون سی چیزیں انسان کی صحت واخلاق وکردار کے لئے مفید (حلال) ہیں اور کون سے کام اور کون سی چیزیں انسان کی صحت اخلاق کے لئے مضر (حرام) ہیں اور یہ کہ بادشاہی ومذہبی اقتدار کے نام سے انسانوں نے دوسرے انسانوں کی گردن میں جو غلامی کا طوق ڈال رکھا ہے اس کو نکال کر انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلائی جائے تاکہ ہر انسان اپنی فطری قابلیتوں سے کام لینے کے قابل بنے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ

وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ إِصۡرَهُمۡ وَالۡأَغۡلَالَ الَّتِيۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ. (الاعراف ع۱۹)

اور پاکیزہ چیزوں کو اُن کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو اُن پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے اُن کو دور کرتے ہیں۔

ان اصلاحی مقاصد کو سامنے رکھ کر فطرتِ انسانی کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ فطرتاً ہر انسان علم وحکمت کا پیاسا ہے اور عقل ودانش مندی کے ساتھ اس دنیا میں پاکیزہ زندگی اور بالآخر ایک ابدی، بامراد زندگی کا تمنائی ودلدادہ ہے اور فطرتاً ہر انسان ان ہی چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی عارضی وابدی زندگی کے لئے نفع بخش (حلال) ہیں اور ان چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جو اس کی عارضی وابدی زندگی کے لئے مضرت رساں یعنی حرام ہیں اور فطرتاً کوئی انسان کسی انسان کی غلامی پسند نہیں کرتا اس سے ظاہر ہے کہ تمام انسانوں کی وہی فطری خواہشات ہیں جو آپ کی بعثت، تمام انسانوں کے لئے ہادی بنا کر بھیجنے کا مقصد ہے۔

۸- نیز آج وہ کسی ملک کے لوگ اور وہ کون سی قوم ہے جو غیر فطری راہوں پر چل کر بڑی بڑی ٹھوکریں کھانے کے بعد آپ ہی کی لائی ہوئی تعلیم کو اختیار نہیں کر رہی ہے۔ مثلاً:

الف : انسانی مساوات کا پرچار۔

ب : دولت کی منصفانہ تقسیم کی تجویزیں۔

ج : عورتوں کے لئے وراثت وطلاق کا حق۔

د : انسدادِ مسکرات کے مساعی۔ ہ : عقدِ بیوگان کا جواز۔

و : بت پرستی کے خلاف آریہ سماجی جدوجہد۔

ز: مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کے قوانین کا نفاذ وغیرہ وغیرہ۔

کیا یہ سب آپ ﷺ ہی کے لائے ہوئے علم وحکمت کی خوشہ چینی نہیں ہے؟ اور کیا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ آج دنیا میں صرف آپ ہی کی لائی ہوئی تعلیم زندہ اور انسان کی صلاح وفلاح کا واحد ذریعہ ہے اور ہر اُس شخص کو جو ابدی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے اس عالم میں ایک پاکیزہ زندگی چاہتا ہے حیاتِ طیبہ کی دعوت دے رہی ہے۔

یہ تمام واقعات اور مذکورہ اعلانِ حق اس بات کے حق ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم ہر ملک، قوم ونسل کے انسان کے لئے یکساں قابلِ قبول ہے اور آپ ﷺ تمام انسانوں کے لئے اللہ کے آخری رسول، آخری ”**ھادی**“ برحق ہیں۔ تعصب، جہل اور ہٹ دھرمی کے پردوں کو چاک کر کے غور کیا جائے تو اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ ”**ھادی**“ کا مطلب ہے ”صراط مستقیم“ سیدھی راہ کی نشان دہی کرنے والا اور اس راہ پر چلنے والا۔ ”صراط مستقیم“ سیدھی راہ۔ یہ لفظ ہی بتا رہا ہے کہ ایک منزل ہے جس پر پہنچنے کی یہ راہِ راست ہے اور وہ منزل مقصود وہی ہے جو انسان کی اصلی باطنی خواہش ہے۔ ”الجنۃ“ ”ابدی خیر وباقی زندگی“ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے۔ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡا إِلَى الۡجَنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ بِإِذۡنِهٖ (البقرہ ع۲۷) (ترجمہ) اللہ تعالیٰ تم کو جنت ومغفرت کی طرف بلاتے ہیں اپنے حکم سے۔

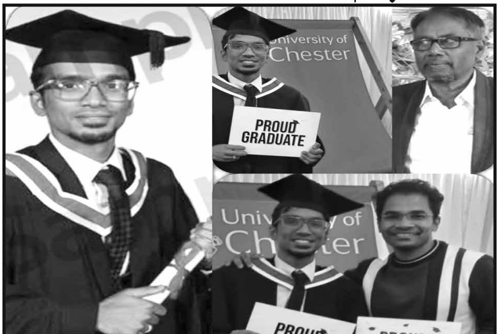

محمد مصطفیٰ احمد فرزند ڈاکٹر مختار احمد فردین کی شاندار کامیابی، کانوکیشن، یونیورسٹی آف چیسٹر سے ڈگری کیمیکل انجینئرنگ حاصل کر کے مثال قائم کی۔ ادارہ شبلی انٹرنیشنل روشن مستقبل کی دعا کرتا ہے اور پسر وپدر کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

ڈاکٹر محمد ناظم علی۔سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج موڑتاڑ واکیڈیمک اسٹیٹ ممبر،تلنگانہ یونیورسٹی نظام آباد

ڈاکٹر نادرالمسدوسی — عہد ساز شخصیت

ڈاکٹر نادرالمسدوسی نے نظم ونثر کے ذریعہ ملک وملت کی علمی، تعلیمی، مذہبی،ادبی ،لسانی، سماجی اور اصلاحی خدمات انجام دیں۔جب انسان کوخدانے دنیا میں اشرف المخلوقات بناکر پیدا کیا ہےتو اس کوعلم بھی عطا کیا آدم کو چند چیزوں کے نام بتائے اور زبان کی بنیاد پر انسان دوسری مخلوقات سے منفرد قرار پایا۔انسان ایک سماجی حیوان ہے۔ اللہ نے اسے قوت نطق وقوت گویائی عطا کی۔زبان کی بنیاد پر مہذب کہلاتا ہے۔

محبوب نگر ضلع کو آصف جاہ ششم نواب میر محبوب علی خاں کے نام سے آباد کیا گیا ہے۔اس کا قدیم نام پالمور تھا یہاں کا ایک درخت پیر ناولی کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہے اس کے علاوہ یہاں کے شعراء وادباء اور صحافیوں نے اردوزبان وادب کوفروغ عطا کیا اور کررہے ہیں۔ان میں ڈاکٹر نادرالمسدوسی جومحبوب نگر ضلع کے ایک نامور علمی وادبی گھرانے میں ۱۵رجنوری ۱۹۵۷ء میں آنکھ کھولی۔جن کا اصلی نام محمد بن علی المسدوسی ،عرفیت نادراور قلمی نام نادرالمسدوسی ہے۔آپ کے والد بزرگوار جناب علی المسدوسی صاحب مرحوم کا شمار اپنے دور وعہد کے قابل فخر اساتذہ وشعراء میں ہوتا تھا۔

ابتداء ہی سے گھر میں علم وادب کی روشنی پھیلتی رہی اور جناب نادرکوفیض یابی کے مواقع ملتے رہے۔والدین کی خصوصی تربیت اور دعاؤں نے ان کی زندگی میں نکھار پیدا کیا۔والد محترم کا 1958ء حیدرآباد میں قائم مدرسہ اشرف المدارس یاقوت پورہ میں تبادلہ ہوا ،اس طرح سبھی افراد خاندان محبوب نگر سے حیدرآباد مغل پورہ منتقل ہوگئے۔اس وقت نادر کی عمر2سال تھی۔مغل پورہ میں ابتدائی تعلیم نمبر3 پرائمری اسکول میں حاصل کی اور مغلپورہ گورنمنٹ بوائز ہائی اسکول(لال اسکول) کے بعدانٹرمیڈیٹ وگرایجوکیشن انوارالعلوم ایوننگ کالج ملے پلی حیدرآباد سے کامیاب کیا۔ایم اے اردو جامعہ عثمانیہ سے کیا۔اس کے بعدایم فل پروفیسر انورالدین کی نگرانی میں بہ عنوان ''ضلع محبوب نگر کے شعراء وادباء'' پر یونیورسٹی آف حیدرآباد(HCU) سے 1995ء میں تحقیقی مقالہ لکھ کر سند حاصل کی ،بعدمیں یہ مقالہ ''عکس محبوب نگر'' کے نام سے کتاب کی شکل میں شائع ہوا۔آپ نے پروفیسر محمد انورالدین ہی کی نگرانی میں ادارے ادبیات اردو پنجہ گٹہ پر تحقیقی کام 2015ء میں مکمل کیا اور یونیورسٹی آف حیدرآباد سے ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ ترین سندحاصل کی۔ اسی طرحUOH سے پوسٹ گریجویشن ڈپلوما ان ماس کمیونکیشن اینڈ ٹرانسلیشن ٹیکنکس کامیاب کیا۔

ڈاکٹر نادرالمسدوسی ایک اچھے خطیب وواعظ بھی ہیں۔بڑے پیمانے پرمنعقدہونے والے سیرت کے جلسوں کو مخاطب کرتے ہیں۔جمعہ کے موقع پر مساجد میں خطبے بھی

دیتے ہیں جو عصری انداز کے ہوتے ہیں۔ ان کا اسلوب بیان سادہ، موثر اور جذباتی ہوتا ہے۔ انہوں نے لاک ڈاؤن میں قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر بیان کر کے اس کے Youtube Video Clip پر پیش کرتے رہے ہیں۔ جسے dr.nadiralmusdoosi پر کلک کر دیکھ سکتے ہیں۔ وقت کا صحیح استعمال کوئی ان سے سیکھے۔ والد محترم شاعر تھے۔ نعتیہ و اصلاحی شاعری کرتے تھے۔ شاعری نادر المسدوسی کو ورثہ میں ملی۔ اردو کے جدید لب ولہجہ کے نامور شاعر اثر غوری مرحوم اور یوسف روش سے اصلاح کلام لیتے رہے۔ اصلاح وفنون سخن کی وجہ سے کلام میں پختگی آئی۔ وہ نہ صرف شاعر بلکہ عمدہ نثار بھی ہیں۔ ان کی نثر سادہ، پراثر، سلیس اور سلاست کا پیکر ہوتی ہے۔ اسلوب میں توازن ومیانہ روی ہوتی ہے۔ اعتدال پسند ان کی نثر کا وصف ہے۔ سید نصیر الدین احمد اور حلیم بابر کی تجویز پر انہوں نے ادبی انجمن بزم علم وادب 2004ء میں قائم کیا۔

ساتھ ہی ساتھ طالبات اور خواتین کی نثری وشعری کاوشوں کی پذیرائی کیلئے انہوں نے 2014ء میں شعبہ خواتین کا قیام عمل میں لایا۔ اس بزم کے ذریعہ علمی وادبی اور مذہبی محافل جاری وساری ہیں۔ سمینار، کانفرنس ،توسیعی لکچر، طرحی اور غیر طرحی مشاعرے، نعتیہ مشاعرہ، تہنیتی وتعزیتی جلسے بھی منعقد کرتے ہیں بے لوث انجمن ہے۔ سب اپنے پیسوں سے اخراجات کرتے ہیں۔ اپنے مکان کے ہال کو مسدوسی ہاؤز سے منسوب کیا ہے۔ اس میں شہر واضلاع کی دیگر ادبی تنظیمیں، مشاعرے اور اجلاس منعقد کرتے ہیں۔ اس ہال میں اردو کی مشہور ادبی شخصیتیں جلوہ افروز ہوئیں۔ نادر بھائی کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے جس میں علماء کرام، دانشوران قوم وملت، شعراء وادبا، صحافی کے علاوہ دیگر شعبوں سے وابستہ شخصیتیں بھی شامل ہیں۔ آپ کی شخصیت اسلامی اصولوں کی پروردہ ہے۔ اسلامی اصولوں پر چلنے کی ممکنہ حد تک کوشش کرتے ہیں۔ خلوص، ہمدردی، ملنساری، طبعیت میں موجود ہے۔ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے۔ ہر ایک کی دل جوئی کرتے ہیں۔ چھوٹے بڑے کا ادب لحاظ کرتے ہیں اور موزوں مشورے بھی دیتے ہیں۔ آپ کا علمی، ادبی و مذہبی سفر جاری ہے۔

مذہبی تنظیم کل ہند مجلس تعمیر ملت سے 1980 تا 1990ء وابستہ رہے۔ مغل پورہ شاخ کے صدر رہے۔ ایک اچھے مقرر کی حیثیت سے تنظیم کے جلسوں اور اسٹڈی سرکل میں مخاطب کرتے رہے۔ سوونیئر سالانہ تعمیر ملت میں مضامین شائع کئے۔ میلاد جلوس کے معتمد رہے۔ معتمد فن سپاہ گیری کے فرائض انجام دیئے۔

1990ء میں تحریک مسلم شبان کا قیام جناب مشتاق ملک (صدر)، جناب نادر المسدوسی (نائب صدر) اور جناب افسر فیضی مرحوم (معتمد) کی کاوشوں سے عمل میں آیا۔ اس تحریک کے ذریعہ کئی ایک مذہبی، سماجی اور سیاسی اہم کام انجام دیئے گئے۔

ان کارناموں کے علاوہ اردو زبان وادب میں تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری ہے۔ ڈاکٹر نادر المسدوسی کی حسب ذیل تصانیف منظر عام پر آکر مقبولیت حاصل کیں۔

1۔ تفہیم الایمان یہ ایک دینی کتاب ہے جو ایمان سے متعلق ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفہیم الایمان کے نام سے شائع کی۔ اس کتاب پر حیدرآباد کے کئی ایک علماء ودانشوروں

نے تبصرہ کیا ہے اور اپنی آراء دی ہے۔ یہ کتاب 2000ء میں منظر عام پر آئی ہے۔

2۔عکس محبوب نگر 2005ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ضلع محبوب نگر کی تاریخ، شعراء وادباء اور صحافی حضرات کی زندگی کی علمی وادبی خدمات کا ذکر ملتا ہے۔(اردو اکیڈیمی آندھراپردیش کی جانب سے انعام اول سے نوازا گیا)۔

3۔فکر وآگہی 2006ء میں لکھی گئی۔ اس میں ادبی، ثقافتی، دینی، سماجی اور تاریخی مضامین پیش کیے گئے ہیں۔ (اردو اکیڈیمی آندھراپردیش کی جانب سے انعام دوم سے نوازا گیا)

4۔گلدستہ شخصیات 2007ء میں شائع ہوئی۔کئی ایک شعراء، ادباء اور احباب پر مضامین اور خاکے لکھے گئے ملتے ہیں۔(اردو اکیڈیمی آندھراپردیش کی جانب سے انعام اول سے نوازا گیا)

5۔اقول زرین قرآن وحدیث کی روشنی میں 2012ء میں شائع ہوئی۔

6۔تجلیات بیدل 2005ء میں مرتب کی۔ (محمد حبیب بیدل کے کلام کو مجموعہ کی شکل میں شائع کیا)۔

7۔کلام صابری 2006ء میں مرتب کی۔(محمد قمرالدین صابری مرحوم ایڈوکیٹ بانی مکتبہ شاداب کے مجموعہ کلام کی اشاعت عمل میں لائے)۔

8۔کلام بیدل۔مرتب کی 2012ء

9۔حرفستان کے نام سے استاد شاعر ظہیر ناصری کے شعری مجموعہ کی ترتیب وپیش کش

10۔جام عرفاں۔شاعر محمد حبیب بیدل مرحوم کے شعری مجموعہ کی اشاعت میں مکمل تعاون عمل پیش کیا۔

11۔ روشنی کا سفر۔ شعری ونثری کتابوں پر تبصرہ۔ 2012ء(اردو اکیڈیمی کی جانب سے انعام دوم سے نوازا گیا)

12۔''دل کہتا ہے'' شعری مجموعہ مارچ 2014ء (اردو اکیڈیمی کی جانب سے انعام دوم دیا گیا)

13۔''احساس کا پرتو'' ڈسمبر 2017ء (اردو اکیڈیمی تلنگانہ کی جانب سے انعام اول سے نوازا گیا)

ان کے علاوہ بے شمار مذہبی مضامین، یادرفتگان، نامور قلمکاروں اور کتابوں پر تبصرے شائع ہوئے۔

14۔زیر اشاعت بزم علم وادب کی جانب سے 2006ء تا 2021ء تک 94 ادیبوں ،شاعروں ،صحافیوں اور اردو ادب کے فروغ میں حصہ لینے والوں کو علمبردار ایوارڈ و توصیف نامے پیش کئے گئے ہیں۔ ان ایوارڈ یافتگان کی خدمات' ان کے کوائف پر مبنی کتاب زیر ترتیب ہے۔

آپ کئی ایک مذہبی اور سماجی اداروں سے وابستہ ہیں۔جن کے ذریعہ آئے دن مذہبی، سماجی ،تعلیمی، علمی، صحافتی، ادبی وشعری گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

1۔بانی وصدر بزم علم وادب

2۔صدر ڈیموکریٹک اسٹوڈنٹ اینڈ یوتھ اسوسی ایشن

3۔صدر بامسدوس ایجوکیشن اینڈ ویلفیر سوسائٹی

4۔سابق جنرل سکریٹری مکتبہ شاداب حیدرآباد

5۔مشیر اعلیٰ بزم بیدل

6۔صدر سیرت کمیٹی مغل پورہ، حیدرآباد

7۔سرپرست کل ہند مرکزی رحمت عالم کمیٹی حیدرآباد

8۔سابق مدیر ماہ نامہ شاداب حیدرآباد 2006 تا 2008ء ان دو سالوں میں کئی ایک خاص نمبر بھی نکالے ہیں۔

9۔رکن مجلس مشاورت ماہ نامہ تصوف حیدرآباد

☆المسدوس پبلیکیشنز کے تحت حیدرآباد اور ریاست کے مختلف اضلاع کے ادباء وشعراء کی تصانیف اور شعری مجموعوں کی اشاعت عمل میں آتی ہے۔

آپ کے ذاتی کتب خانے میں تقریباً 5000 کتابیں ہیں جہاں سے ریسرچ اسکالرس مدد حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی پہلی غزل روزنامہ منصف میں 1990ء میں شائع ہوئی۔ آپ کی شاعری فکر وفن کے بارے میں مشاہیر ادب یوں رقم طراز ہیں۔ ''دل کہتا ہے'' شعری مجموعہ کے پیش لفظ میں ڈاکٹر عقیل ہاشمی صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ ''نادر صاحب کی غزلوں میں مصلحانہ کوششیں بھی نظر آتی ہیں بلکہ سیاسی اور سماجی شعور بھی اپنے وجود کا احساس دلاتا ہے وہ عمومی طور پر مذاق سخن کے پابند نظر آتے ہیں۔ وہ اخلاق پند ونصائح نظم کر دینے کو بھی شاعری کا حصہ سمجھتے ہیں۔ یہاں ایک شعر رقم کیا جاتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگ بڑے ہوتے ہیں
حُسنِ ظن ہی سے مگر کام نکالا جائے

ڈاکٹر فاروق شکیل کہتے ہیں :

نادر المسدوسی کی شعری عمر زیادہ نہیں ہے لیکن ان کے اندر کے تعمیری جذبات نے انہیں کہنہ بنادیا ہے۔ وہ بڑی دیانت داری سے اپنے جذبات کی شعری تجسیم کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں خوابوں کی حسین دنیا نہیں صرف حقیقتوں کو شاعری میں ڈھالا ہے۔

شہر یار سخن جناب یوسف روش کہتے ہیں :

''نادر المسدوسی کی فکری پرواز علمی استعداد اور شعری کاوشوں کا وہ منفرد گلدستہ ہے جس میں حمد ونعت کی عقیدت نگاریاں ہیں اور غزلوں اور نظموں کی گل کاریاں بھی' اس طرح صاحب موصوف کے فن پاروں میں شاعرانہ نزاکت زبان وبیان کی سلاست اور شگفتگی نمایاں نظر آتی ہے۔ سلسلہ اظہار سے کہیں کہیں مذہبی روشنی بھی دکھائی دیتی ہے کیوں کہ شاعر کے مزاج میں مذہبی عقیدت وآگہی رچ بس گئی ہے۔

حمید الظفر (سابق پی .آر .او اردو اکیڈیمی آندھرا پردیش وتلنگانہ) نے کہا کہ نادر کا شعری فن مقبولیت کا باعث ہے وہ فکر ہی کیا جو عام آدمی کو متاثر نہ کرسکے۔ نادر اس معاملے میں کامیاب ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ بحیثیت شاعر وہ ایک بالغ ذہن رکھتے ہیں۔ عصری حسیت ان کے شاعرانہ مزاج میں شامل ہے کلاسیکی روایات واقدار ان کی شاعری کا اٹوٹ حصہ ہے۔

آپ کی شخصیت اور فکر وفن پر لکھے گئے تصانیف میں قابل ذکر:

1۔ نادر المسدوسی شخصیت اور فن خصوصی نمبر فروری 2006ء ''ماہنامہ شاداب''

2۔ یوسف روش نے نادر المسدوسی کے فکر وفن پر لکھے گئے مضامین کا انتخاب ''قدم قدم منزل'' عنوان سے 2012ء میں ترتیب دی ہے جو نادر المسدوسی کی حیات ، شخصیت اور خدمات کو اجاگر کرتی ہے۔

3۔ سہ ماہی ریختہ نامہ۔ سالانہ نمبر خصوصی گوشہ جنوری تا مارچ 2021ء، جلد نمبر ۴، شمارا ، گوشہ ڈاکٹر نادر المسدوسی

4۔ ماہنامہ ''تعلیمی سفر'' نے نومبر 2021ء، جلد ۱۴، شمارہ ۱۱ (ہجوم میں چہرہ ڈاکٹر نادر المسدوسی نمبر نکالا ہے۔ 48 صفحات پر مبنی ہے۔

نثر نگاری میں ان کا پہلا افسانہ 1984ء میں ''باز آگئے ہم بس کے سفر سے'' روزنامہ رہنمائے دکن میں شائع ہوا۔

نثری اصناف میں رپورتاژ، مضامین، مذہبی، شخصی خاکے، ادبی مضامین، تبصرے، شخصیات کتابوں پر تبصرے شائع ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر نادرالمسدوسی نے شاعری کو اصلاح معاشرہ وسماج کیلئے وقف کیا ہے۔ انہوں نے اسلامی تناظر، اسلامی جذبوں کو اپنے فکر وفن میں مجسم کیا ہے۔ تعمیری اور اصلاحی جذبات ان کی شاعری کا طرہ امتیاز ہے۔ انہوں نے اصلاح کی مقصدیت کیلئے شعری فن کو برابر برتا ہے۔ شاعری کی فنی خوبیاں ان میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اسلامی تلمیحات، علائم واستعارے، اشارے، کنایہ کے علاوہ اسلامی تاریخ اور عصری معاشرہ کے سرگرمیوں کو بیان کرکے اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ نادر 21 ویں صدی کا مصلح نظریاتی وعملی طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ خیر کے جذبوں کو اُبھارنے اور شر کو کچلنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کی شاعری کا انتخاب قارئین کیلئے پیش خدمت ہے۔

تیرے ہی نام نے مجھ کو سنبھال رکھا ہے
میں چل رہا ہوں مگر گام گام تیرا ہے
حالات کی بارش میں گلشن بھیگ رہی ہے
کچھ تو مرے زخموں کو سکھانے کیلئے آ
ان کے قدموں کی جو آہٹ ہے قریب آ آ کر
دل کی دھڑکن کو میرے اور بڑھا دیتی ہے
بچے ہمارے اس لئے بے خوف ہوگئے
تہذیب و تربیت کے مدرسے نہیں رہے
پانی میں انتشار کے پتھر کو پھینک کر
درسِ حیات لیتے ہیں آبِ رواں سے ہم
نئی غزل میں نیا حوصلہ ضروری ہے
روایتوں کا مگر سلسلہ ضروری ہے
تیرے ہی نام نے مجھ کو سنبھال رکھا ہے
میں چل رہا ہوں مگر گام گام تیرا ہے
تنہائی کے مزاج کا منظر عجیب ہے
وہ شخص دور رہ کے بھی میرے قریب ہے
کب تلک دنیا کی خوشیاں کب تلک یہ شور وشر
آخری منزل میں ہے اب تو خدا کا نام لے
بھائی ہے تو پھر بھائی پر احسان کرے گا
احسان کے بدلے نہ کوئی شان کرے گا
ان کی زلفوں سے کام لیتے ہیں
ہم چُرا کر یہ شام لیتے ہیں
آؤ اسے بھی علم کے ساحل پہ لے چلیں
لفظوں کے پل پہ ٹھیرا ہوا جو ادیب ہے

ڈاکٹر نادرالمسدوسی کو مختلف اردو ادبی انجمنوں واداروں کی جانب سے خطابات، ایوارڈس وتوصیف نامے پیش کئے گئے۔

خطابات: مجاہدالعصر، ناصرملت (ادارہ مکتبہ شاداب، حیدرآباد)

ایوارڈس: فرزند اردو ایوارڈ (تنظیم ہم ہندوستانی، ریاض سعودی عرب)

پاسبان اردوایوارڈ (تحریک قلم۔ ورنگل)

فرزندشعروادب (شعروادب سوسائٹی۔ حیدرآباد)

انمول رتن ایوارڈ (آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی فارپیس)

ایوارڈ برائے فروغ اردو (اردو اکیڈیمی تلنگانہ اسٹیٹ)

کارنامہ حیات ایوارڈ (۲۰۱۶ء) اردواکیڈیمی تلنگانہ

ملت کا روشن ستارہ (الحنا ایجوکیشن سوسائٹی وبزم ظہور حیدرآباد)

شہنشاہ قلم وادب (آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی اینڈ پیس، ذیمرلیس ادبی فورم تلنگانہ)

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی۔ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج تانڈور سدّی پیٹ، تلنگانہ

انحراف

کیا ہے میاں! یہ سب کب سے شروع کردیا؟ بڑے حق پرست بنتے تھے، کیا ہوگیا تمہیں؟ تمہیں تو معلوم تھا کہ یہاں باطل پرستوں کا غلبہ ہے، لیکن تم نے دینِ حق کی تعلیم دینے کے لئے ادارہ کھولا تھا، تم تو بڑے ہمّت والے تھے، تم نے اہلِ حق کے سب سے بڑے ادارے کے بڑے عالم صاحب کو اپنے یہاں بلا کو بڑا افتتاحی جلسہ کرایا تھا، دیکھو! وہ کتبہ اب بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہوا ہے، جس میں ان کا نام صاف نظر آرہا ہے۔

کچھ تو بولو، خاموش کیوں ہو؟ تم کیوں بدل گئے؟ تم نے اپنا قبلہ کیوں بدل لیا؟ تم حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف کیوں مائل ہوگئے؟ شرک، بدعت اور گم راہی کا راستہ کیوں اختیار کیا؟ صبغت اللہ صاحب نے جب سوالات کی بوچھار کردی اور جواب دینے پر مجبور کیا تو قمر الدین کے لئے جواب دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا۔

بہت دنوں بعد دونوں دوست ایک جگہ جمع ہوئے تھے، دوستی پھر دوستی ہوتی ہے، مسلک بدل جانے سے دوستی تو نہیں بدلتی۔

تو دوست بات یوں ہے کہ تم لوگ سعودی، کویت اور دبئ وغیرہ جاکر اپنے ادارے کے لئے پیسے لے آتے ہو، میری تو اتنی دور پہنچ نہیں ہے، اس لئے میں نے یہیں کے لوگوں کو الّو بنانا شروع کردیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے یہ سب خرافات و بدعات صرف پیسوں کے لئے کیا ہے؟ بالکل، قمر الدین نے صبغت اللہ کی بات کا جواب دیا۔

صبغت اللہ نے کہا: ''اس کا مطلب یہ اگر تم کو پیسے مل جائیں گے تو تم یہ سب بدعات وخرافات چھوڑ دوگے، جی بالکل چھوڑ دوں گا، قمر الدین نے جواب دیا، تو بھائی یہ سب چھوڑ دو، ٹھیک ہے، پہلے پیسے تو لاؤ، صبغت اللہ سوچنے لگے کہ میں قمر الدین کے ادارہ کے لئے پیسے کہاں سے لاؤں، میری تو کوئی ذاتی جائداد بھی نہیں ہے، میرا ادارہ خود بہت مشکل سے عوامی چندے سے چلتا ہے، کاش میرے پاس اتنے پیسے ہوتے تو میں ابھی اسے دے کر اس سے توبہ کراتا، کاش میرا یہ دوست اتنا کم ہمّت نہیں ہوتا، اس کو اللہ پر کامل یقین ہوتا کہ جو اللہ باطل پرستوں کو دنیا میں محروم نہیں کرتا وہ حق پرستوں کو کیسے محروم کرسکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کا پکّا وعدہ فرمایا ہے۔

اچھا دوست! تم نے اب تک کتبہ کیوں نہیں گرایا؟ اسے بت کی طرح کھڑا رکھا ہے، جب کہ اس کتبہ سے تمہارے مسلک کی بالکلیہ نفی ہوتی ہے؟ صبغت اللہ! اردو میں اس کتبہ کو پڑھنے والا کوئی نہیں ہے، یہاں میرے پاس کوئی پڑھا لکھا اردو داں آتا بھی نہیں ہے، اس لئے اس کتبہ گرانے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی، میرے جتنے بھی مرید ہیں وہ سب نرے جاہل ہیں، انہیں تیلگو اور ملیالم وغیرہ تو کچھ

آتی ہے، لیکن اردو سے بالکل نابلد ہیں، یہ کتبہ کا پتھر ان کے لئے بت خانہ کے پتھر کی طرح ہے۔

اچھا یہ بتاؤ دوست! تم نے جھوٹے خواب بیان کر کے اپنے مرید کی کم سن بچی سے اس بڑھاپے میں شادی کیوں رچالی؟ اس سوال پر قمرالدین نے زور کا قہقہہ لگایا، جیسے کہ اس کی سب بڑی چوری پکڑی گئی ہو، اور جیسے وہ چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو، پھر اس نے الٹا سوال کیا: ''کیا تمہیں بھی ایسی خواہش ہے؟'' ''نہیں دوست، معاف کرنا، قمرالدین گویا ہوا: ''جب کسی کی اندھی عقیدت دلوں میں بیٹھ جاتی ہے، تو وہ ہر چیز سے اندھا ہو جاتا ہے، اور اپنی جان، مال اور عزّت و آبرو سب کچھ قربان کر دیتا ہے، تم نے اپنی حق باتوں سے حق پرستوں کو اتنا متاثر نہیں کیا جتنا میں نے اپنی من گھڑت باتوں سے اہلِ بدعت کو متاثر کیا ہے، اور آج میں تم سے زیادہ بڑے اداروں کا مالک ہوں، اور تم وہی پرانی جھونپڑی کے مالک ہو۔، قمرالدین نے اپنے دوست کے تمام سوالات کا قرض چکا دیا۔

صبغت اللہ نے محسوس کیا کہ قمرالدین کا دل سیاہ ہو چکا ہے، وہ دنیا کی محبّت اور عیش وعشرت کا دل دادہ ہو چکا ہے، حق پرستی، صبر، استقامت اور نجاتِ آخرت کے بجائے خواہش پرستی ہی اب اس کا مذہب ہے، اب اسے اللہ ہی ہدایت دے سکتا ہے، ایسے دوست کی صحبت میں زیادہ دیر رہنا ٹھیک نہیں ہے، صبغت اللہ اپنے دوست کو ہدایت کی دعا دیتے ہوئے اس کے پاس سے رخصت ہو گئے۔

مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی کو ان کی کتابوں پر تلنگانہ اردو اکیڈمی کا ایوارڈ

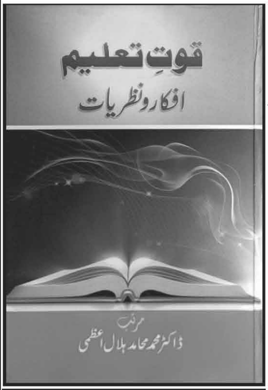

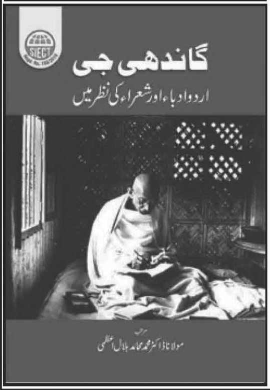

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی ایڈیٹر ماہنامہ ''صدائے شبلی'' حیدرآباد چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کو اردو اکیڈمی ریاست تلنگانہ کی جانب سے ان کی پانچویں تصنیف ''قوتِ تعلیم افکار ونظریات'' برائے سال 2019 زمرہ تحقیق وتنقید اور چھٹی تصنیف ''گاندھی جی اردو ادباء اور شعراء کی نظر میں'' برائے سال 2020 زمرہ تحقیق وتنقید پر انعامات وایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس پر مسرت موقع پر ادارہ کے تمام اراکین دوست واحباب، رشتہ دار اور بہی خواہان نے موصوف کو مبارک باد پیش کی ہے اور روشن مستقبل کے لئے دعائیں کیں ہے۔

امدادالحق بختیار قاسمی۔ رئیس تحریر عربی مجلّہ ''الصحوۃ الاسلامیۃ'' و استاذ حدیث وعربی ادب دارالعلوم حیدرآباد

بارات میں کھو گیا ولیمہ

مسلمان روز اول سے اسلامی قوانین، قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات کا پابند ہے، اسلام مخالف دوسری تہذیبوں، رسم ورواج اور طور طریقوں کو نہ قبول کرنا ایک کامل مسلمان کی علامت، اس کا فخر اور امتیاز ہے؛ کیوں کہ اسلام ایک کامل ومکمل، ابدی اور آفاقی مذہب ہے، زندگی کے کسی گوشہ میں وہ اپنے ماننے والوں کو تنہا نہیں چھوڑتا، اس کی تعلیمات ہر موڑ پر رہنمائی کرتی ہے، لہٰذا کسی موقع پر بھی اسلام کے خوبصورت نظام کے بجائے کسی دوسری تہذیب کو عملی طور پر اختیار کرنا، یہ اسلام پر اس غیر تہذیب کو ترجیح دینے کے مترادف ہے، جو ایک مسلمان کی شایان شان کبھی نہیں ہوسکتا۔

اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے علاقوں میں بہت سی چیزوں میں ہمارے بعض مسلمان جانے انجانے میں اسلام مخالف طور طریقوں کو اپنائے ہوئے ہیں اور اسلامی طریقہ ان کی زندگی سے دور جا رہا ہے؛ مثلاً شادی بیاہ کے موقع پر بہت سی ہندوانہ رسمیں ہمارے مسلم معاشرہ میں دبے پاؤں آ گئی ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کے طریقے غائب ہو رہے ہیں؛ چنانچہ بعض مسلم علاقوں میں بارات کا غیر معمولی انتظام کیا جا رہا ہے اور دوسری جانب ولیمے کی سنت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے، دولہے والے اپنے تمام متعلقین، رشتہ دار اور احباب کو صرف بارات میں مدعو کرتے ہیں اور لڑکی والوں سے اچھے انتظامات کا مطالبہ کرتے ہیں؛ بلکہ ان پر دباؤ ڈالتے ہیں، ناشتہ، ریفریشمنٹ، مشروبات سے لے کر کھانے کی انواع اور میٹھے کی اقسام سب کی لڑکے والوں کی طرف سے لسٹ تھما دی جاتی ہے اور لڑکی والے چار وناچار تمام انتظامات کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، حتی کہ بعض تو بارات لانے، لے جانے والی گاڑیوں کا خرچ بھی کسی اور نام سے لڑکی والوں سے ہی وصول کر لیتے ہیں، اسی طرح باراتیوں کی تعداد میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، دو سو، ڈھائی سو اور اس سے بھی زیادہ بارات لے کر جاتے ہیں۔

جب کہ اسلام میں نہ صرف یہ کہ اس کی کہیں سے کہیں تک کوئی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس میں اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے بہت سی غلط باتیں ہیں، اسلام ناحق کسی کے مال کو کھانے اور استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا؛ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے بالکل صراحت کے ساتھ فرمایا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا. (سورہ نساء:۲۹)

اے ایمان والوں! تم ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ پر مت کھاؤ، مگر یہ کہ وہ مال تمہاری آپسی رضامندی کی تجارت سے تمہیں حاصل ہو، (اور ایسا کر کے) تم اپنی جانوں کو ہلاک مت کرو، بے شک اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔

اور اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالی نافرمانوں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو وعید کے انداز میں فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی اس ہدایت کے باوجود اس پر عمل نہیں کرے گا اور ایک دوسرے کے مال کو ناحق استعمال کرے گا، تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (سورہ نساء: ۳۰)

اور جو اس طرح کی ظلم و زیادتی کرے گا تو ہم اس کو جہنم کی آگ میں پہنچادیں اور یہ عمل اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔

اسی طرح نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ فِي حَجَّتِهِ: "أَلَا وَإِنَّ الْمُسْلِمَ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَحِلُّ لَهُ دَمُهُ وَلَا شَيْءٌ مِنْ مَالِهِ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسِهِ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: "اللَّهُمَّ اشْهَدْ". (سنن الدار قطنی، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ۲۸۸۱)

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: سنو! مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس کا خون حلال ہے اور نہ اس خوش دلی کے بغیر اس کا مال دوسرے مسلمان پر حلال ہے۔ کیا میں نے پیغام پہنچادیا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے اللہ آپ گواہ رہیے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کے اب تک کے سب بڑے مجمع میں انتہائی بلیغ اور جامع خطبہ دیا تھا، جس میں پوری اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور اس کی انتہائی اہم اور بنیادی باتیں بیان فرمائی تھیں اور آپ ﷺ نے صحابہؓ سے اعتراف بھی کروایا تھا کہ میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچادیا نیز اس اقرار اور اعتراف پر اللہ کو گواہ بھی بنایا تھا، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس خطبہ میں کتنی اہم باتیں بیان فرمائی ہوں گی، انہیں پیغامات میں اللہ کے نبی ﷺ کا ایک پیغام یہ ہے "ایک مسلمان کا مال اس کی رضامندی بلکہ خوش دلی کے بغیر دوسرے مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے"۔ اب ہم غور کریں کہ بارات کا کھانا جو لڑکے والے، ان کے متعلقین اور رشتہ دار واحباب کھاتے ہیں، یہ کھانا جو لڑکے والوں کے مطالبہ پر، یا معاشرے کے دباؤ میں تیار کیا گیا ہے، کیا اس کا کھانا حلال اور طیب ہے؟ اور اگر کہیں بالفرض نہ معاشرے کا دباؤ ہو اور نہ ہی لڑکے والوں کی ڈمانڈ ہو؛ پھر بھی ایک غلط رسم کی وجہ سے یہ کھانا درست نہیں ہوسکتا۔

آج کل بعض مسلمان بڑے فخر سے اپنے متعلقین کو بارات کی دعوت دیتے ہیں، لڑکی والوں کے پیسے اور ان کے انتظامات سے اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، لڑکی والوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ہماری حیثیت کے مطابق انتظامات کیے جائیں؛ بلکہ بسا اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ اپنی حیثیت سے بھی زیادہ کا مطالبہ کرتے ہیں؛ گویا سارے ارمان لڑکی والوں کے پیسے پر ہی پر پورے کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں، یعنی جو چیز عیب اور شرمندگی کی ہے، وہ فخر اور بڑائی کی ہوگئی، یہ کیسی بے شرمی کی بات ہے۔

نیز یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے لوگ لڑکی والوں سے تو عمدہ انتظامات، معیاری استقبال اور لذیذ کھانوں کا مطالبہ کرتے ہیں؛ لیکن جب ولیمہ کرنا ہوتا ہے تو پھر خانہ پری اور صرف ادائے رسم پر اکتفا کرتے ہیں، نہ

استقبال کے معیاری انتظامات اور نہ ہی کھانے میں انواع واقسام اور نہ مدعووین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ، یعنی بس رسمی سا ولیمہ کر کے ذمہ فارغ کر لیتے ہیں۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر بعض مقامات پر ولیمہ کی سنت آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہے، لڑکے والے بارات میں ہی اپنے تمام مہمانوں کو مدعو کر لیتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہوئے ولیمہ غائب کر دیتے ہیں، جب کہ ولیمہ نبی پاک ﷺ کی سنت ہے، اس سے نکاح میں برکت ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام نکاح کے بعد ولیمہ کیا ہے اور امت کو بھی اس کی تاکید فرمائی ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

فقال له النبی صلی الله علیه وسلم: "أولم ولو بشاة" (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۴۸)

رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا: ولیمہ کرو؛ چاہے ایک بکری کا ہی کیوں نہ ہو۔

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: "مَا أَوْلَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ أَكْثَرَ - أَوْ أَفْضَلَ - مِمَّا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۲۸) حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کا ولیمہ جتنا عمدہ اور وسیع کیا تھا، اتنا کسی زوجہ کے نکاح کے وقت نہیں کیا۔

لہٰذا ولیمہ ہمارے نبی ﷺ کی سنت اور برکت والی دعوت ہے، اس سے نکاح میں برکت ہوتی ہے، اس مبارک دعوت کو ہم نے چھوڑ دیا اور بارات کی دعوت کو رواج دینے لگے، اس پر زیادہ توجہ دینے لگے، بالکل صحیح ہے کہ جہاں کوئی غلط چیز رواج پا جاتی ہے، وہاں سے سنت اپنا منہ موڑ لیتی ہے؛ اسی لیے بارات کی نحوست کی وجہ سے ولیمہ کی سنت ہمارے معاشرے سے رخصت ہو رہی ہے، جس کا وبال بھی مختلف صورتوں میں ہمارے معاشرے میں ظاہر ہو رہا ہے، کسی گھر میں سکون نام کی چیز نہیں، والدین کو لڑکے اور اپنی بہو سے تکلیف رہتی ہے، اولاد کو والدین کے رویہ سے شکایت رہتی ہے۔ یہ ہمارے لیے لمحہ فکر اور مقام عبرت ہے، ہمیں اپنے رویہ میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے پابند ہیں؛ لہٰذا ہمیں بارات کی رسم کو ختم کرنے اور بارات میں شرکت سے اجتناب کرنے کی ضرورت ہے، کہیں بدرجہ مجبوری شرکت بھی کرنی پڑے تو ہم عہد کر لیں کہ بارات کا کھانا نہیں کھائیں گے، کوئی بارات کی دعوت دے تو اس سے کہیں کہ آپ ہمیں ولیمہ کی دعوت دیجیے ہم اس میں شرکت کریں گے ان شاء اللہ، اور بارات میں جانے سے معذرت کر دیں، اسی طرح لڑکے والوں کو بھی چاہیے کہ اپنے لڑکے کی شادی کی برکت کی خاطر اس بری رسم پر عمل نہ کریں، ان شاء اللہ اللہ تعالی اس شادی کو بابرکت بنائے گا اور لڑکی والوں کے دل سے بھی دعا نکلے گی اور اگر کوئی لڑکے والے بارات پر مصر ہوں تو گاؤں کے بڑے لوگوں کے ساتھ مشورہ کر کے انہیں سمجھایا جائے اور اس معاملہ کو حل کیا جائے، نوجوانوں کو بھی چاہیے کہ شادی کے موقع پر اپنی غیر اسلامی خواہشات پر کنٹرول رکھیں، خود اپنی شادی ہو یا اپنے دوست واحباب کی، سب میں بارات کی نحوست سے پرہیز کریں، ان شاء اللہ اس کے خوشگوار نتائج معاشرے میں ظاہر ہوں گے، بہت سے تنازعات اور اختلافات اس کی برکت سے ختم ہو جائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گھروں کو سکون واطمینان، اتحاد واتفاق اور خیر وبرکت کا گہوارہ بنائے۔ آمین!

امانت علی قاسمی۔ استاذ و مفتی دار العلوم وقف دیوبند

صاحب طرز ادیب مولانا نسیم اختر شاہ قیصرؒ

۱۱؍ستمبر۲۰۲۲ء بروز اتوار شام پانچ بجے مولانا نسیم اختر شاہ قیصر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ مولانا قریب دو ماہ سے بیمار تھے لیکن یہ بیماری ایسی بالکل بھی نہیں تھی کہ اس طرح کے خدشات ذہن میں آتے، انہیں کمر میں تکلیف کی شکایت تھی جو زیادہ لکھنے پڑھنے والوں کو ہو جاتی ہے، علاج ہوا اور بہت حد تک صحت یاب ہو چکے تھے اور توقع تھی کہ ایک ہفتہ بعد معمول کے مطابق مدرسہ پڑھانے کے لیے تشریف لے آئیں گے؛ لیکن کسے خبر تھی کہ یہ اندوہ ناک خبر اچانک سننے کو ملے گی کہ مولانا نسیم اختر شاہ قیصر اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ قرطاس وقلم کے اس مسافر کی رحلت سے بہت دکھ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے، ملنسار تھے، ظریف الطبع اور خوش مزاج تھے، جب بھی ملتے تو خندہ پیشانی سے ملتے تھے، سادگی و وضع داری، تواضع و انکساری، ان کے خاص اوصاف تھے، سفر میں ہوں یا حضر میں ایک جیسا ہی معمول تھا، مولانا سے واقف تو دار العلوم میں پڑھنے کے زمانے سے ہی تھا دید و شنید بھی تھی؛ لیکن کوئی خاص رسم و راہ نہ تھی، طالب علمانہ حجاب ان سے قریب ہونے سے مانع رہا لیکن جب دار العلوم وقف دیوبند آنا ہوتو یہاں آئے دن چلتے پھرتے ملاقات ہو جاتی، کبھی ساتھ میں بیٹھ کر بات چیت ہوتی تو ان کے ظریفانہ انداز سے محظوظ ہونے کا موقع مل جاتا۔ دعا سلام تو روزانہ کا معمول تھا۔

ایک مرتبہ ایک کتاب کے رسم اجراء کی مناسبت سے ساتھ میں سفر کرنے کا موقع ملا، تو مزید قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا اس لیے کہ آدمی کی اصل شناخت، ان کے تیور، مزاج کی نرمی و گرمی کا اندازہ ساتھ میں سفر کر کے ہی ہوتا ہے، سفر میں محسوس ہوا کہ آپ تو نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو کے مصداق ہیں۔ بہت زیادہ اپنے ساتھیوں کا خیال کرتے ہیں، ان کے آرام کا، احترام و اکرام کا ہر طرح پاس ولحاظ رکھتے ہیں۔ آپ کی ظرافت طبع اور خوش اخلاقی کی وجہ سے سفر خوشگوار اور دلچسپ ہو گیا تھا جس کی اب صرف یادیں باقی رہ گئیں ہیں۔

مولانا کی زندگی میں قرطاس وقلم کا رشتہ بہت مضبوط رہا ہے، آپ اردو کے نامور ادیب تھے، صاحب طرز ادیب تھے، اپنی تحریر میں منفرد شناخت رکھتے تھے، آپ نے قلمی سفر میں کسی کی تقلید اور پیروی نہیں کی تھی، جو لکھتے تھے خود لکھتے تھے، سوز و ساز کے ساتھ لکھتے تھے، اس طرح قلم میں ڈوب کر لکھتے تھے کہ قاری آپ کی تحریروں کو پڑھ کر جھوم اٹھتا تھا۔ آپ کی تحریریں قلمی روانی، محبت کی چاشنی، ادب کی جولانی اور تعبیرات کی فراوانی سے مزین ہوا کرتی تھیں،

آپ نے مختلف موضوعات پر لکھا ہے لیکن ان میں سوانح نگاری آپ کا خاص امتیاز ہے، سوانحی ادب میں بھی خاکہ نگاری آپ کی خاص پہچان بن گئی تھی، میرے عہد کے لوگ، جانے پہچانے لوگ، خوشبو جیسے لوگ، کیا ہوئے وہ لوگ یہ کتابیں خاکہ نگاری کے باب میں افق ادب پر روشن ستاروں کے مانند ہیں۔ان کتابوں نے مقبولیت کا بام عروج طے کیا ہے، سچ یہ ہے کہ انہی کتابوں سے شاہ صاحب کی پہچان تھی ،اور انہی کتابوں نے انہیں پورے ہندوستان ؛ بلکہ پوری دنیا میں متعارف کرایا، ایک نامور صاحب قلم کی حیثیت سے نہیں بلکہ شہنشاہِ قلم کی حیثیت سے آپ کی پہچان بن گئی تھی۔

آپ کی تحریروں میں استعارات وتعبیرات کی جو آمیزش ہوتی تھی اس سے تحریروں کا حسن دوبالا ہوجاتا تھا، آپ شستہ اور شگفتہ زبان استعمال کرتے تھے، چھوٹے چھوٹے جملے ہوتے لیکن دل کی گہرائی میں اتر جانے والے جملے ہوتے، اردو زبان میں جو مٹھاس ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں؛ لیکن اردو ادب میں اگر تعبیرات واستعارات کی گل کاری کردی جائے، حسن ادا کے بیل بوٹے لگادیے جائیں، الفاظ کے جھرمٹ میں کینوس بھی جگہ پا جائے، جملوں کی ساخت و پرداخت پر نزاکت کے پر لگادیے جائیں تو پھر وہ تحریر ادب کا شاہ کار ہوجاتی ہے۔

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر کی بعض تحریریں بجا طور پر ادب کا شاہ کار کہلانے کے لائق ہیں۔منظور عثمانی صاحب مرحوم کی کتاب خوشبوئے وطن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :''خوشبوئے وطن'' بہکتی یادوں ، مچلتی آرزوں ، آوارہ خیالات کی تصویر ناشائستہ اور غیر انسانی تجربوں اور اخلاقی پستیوں کو عریاں اور برہنہ کرنے کا شوق اور سفلی جذبات کا جنوں نہیں، یہ منٹو کی گنجے فرشتہ اور جوش کی یادوں کی بارات نہیں جہاں انسان ننگا ہوجاتا ہے ، زندگی ننگی ہوجاتی ہے انسانیت اپنے لبادہ سے محروم ہوجاتی ہے یہ ایک تہذیب کا بیان ، خوبصورت قدروں کا ذکر اورانسانی روایتوں کا اظہار ہے(اوراق شناسی ص:۲۰)

آپ تیس سال سے زائد عرصے سے دارالعلوم وقف میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے، تیرہ سال کی عمر سے آپ نے قلم پکڑنا اور ادب کے گیسوؤں کو سنوارنا شروع کردیا تھا، ایک طویل عرصے تک آپ نے خطابت کے ریگستانوں میں بھی صحرانوردی کی تھی ،آپ میدانِ قرطاس وقلم کے شہسوار، ادب وصحافت کے درشہوار، انشاء وخطابت کے گوہر آبدار تھے،آپ کو خطابت میں کمال حاصل تھا، الفاظ وتعبیرات میں آپ کی گرفت مضبوط تھی، زبان و بیان ، اسلوب انداز ہر اعتبار سے آپ کامیاب خطیب شمار کیے جاتے تھے، ایسا کم ہوتا ہے کہ کسی انسان میں اس قدر خوبیاں جمع ہوجائیں ، اور انسان مختلف ومتنوع میدانوں میں اپنی صلاحیت کی جولانیاں بکھیرتا رہے، ہر میدان میں اپنی چھاپ چھوڑ جائے، ہر جگہ لوگوں کو اپنا اسیر بنالے یہ کمال واقعی مولانا نسیم اختر شاہ قیصرؒ میں تھا۔

مولانا کی ولادت ۲۵/اگست ۱۹۶۰ء کو دیوبند کے ایک علمی گھرانے میں ہوئی، آپ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے پوتے ،مولانا ازہر شاہ قیصرؒ کے فرزند ارجمند اور محدث عصر حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کے بھتیجے ہیں،اس گھرانے کے

تعلق سے کہہ سکتے ہیں کہ این خانہ ہمہ آفتاب است۔آپ نے اپنی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں پوری کی اور ۱۹۸۱ء فراغت حاصل کی، مدرسہ کی تعلیم کے بعد آپ نے عصری تعلیم میں بی اے، ایم اے، اور کامل و فاضل جیسی ڈگریاں بھی حاصل کی، ۱۹۸۶ء میں آپ دارالعلوم وقف سے وابستہ ہوئے اور تاحیات یہاں سے وابستہ رہے۔درس وتدریس اور خطابت وصحافت آپ کی زندگی کا حاصل تھا اسی میں آپ نے صبح وشام کی اور اسی حالت میں آپ کی زندگی کی شام ہوگئی۔

''قلم'' سے آپ کا چولی دامن کا رشتہ تھا؛ اس لیے آپ نے کئی رسالوں کی ادارت سنبھالی، اخبارات میں مضامین لکھے، فکر وادب اور اسلامیات کے موضوعات پر کتابیں لکھیں، ''مرکز نوائے قلم'' کے نام سے بچوں کی قلمی تربیت کے لیے ادارہ قائم کیا جس میں مدارس کے طلبہ کو قلم پکڑنا سکھایا، آج ادب وصحافت میں بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے ان کے ہاتھوں قلم پکڑنا سیکھا، آپ قلم ساز تھے، لیکن قلم فروش نہیں تھے، آپ نے قلم بانٹا ہے بیچا نہیں، قلم کی آبیاری کی، اصحاب قلم کو تیار کیا، قلم میں رنگ بھرا، قلم کاروں میں جوش پیدا کیا، لیکن قلم کی روح کا سودا نہیں کیا، اتنا بڑا قلم کار اپنی تحریریں فروخت کرکے اپنی دنیا اور آسائش دنیا کے لیے قلم کا سودا کرسکتا ہے؛ لیکن ان کو دیکھنے والے اس کا اعتراف کریں گے انہوں نے ایک سادہ زندگی گزاری، حالات سے متاثر ہوئے بغیر فکر وخیال کی آبیاری کی۔ان کی تحریریں زندہ رہیں گی، ان کا نام زندہ رہے گا؛ اس لیے کہ جولوگ آبروئے قلم کی حفاظت کرتے ہیں قلم ان کی زندگی کی حفاظت کرتا ہے۔

رفعت النساء کنیز۔حیدرآباد

نظم حب الوطن

کتنی عظمت ہے تیری یہ جانتا ہے جہاں
تجھ پہ مٹتے ہیں تجھ میں ہو جائیں گے ہم فنا
کیسی نسلیں کیسی ذاتیں فرق ہوتا ہی نہیں
پل رہا ہے ہر کوئی ہندو ہوکہ مسلماں
نہ کوئی بندش ہے تجھ میں نہ کوئی ہے فاصلے
جو بھی آتا ہے جہاں سے تجھ پہ ہے وہ مہرباں
اے وطن تجھ میں ہر ادا کے پھول ہیں
مہک اٹھا اِسی سے یہ چمن یہ گلستان
کرتے ہیں تیری حفاظت دے کر اپنا لہو
مٹ گئے ہیں تیرے خاطر نہ جانے کتنے جواں
اس قدر بلندی پہ تیرا یہ معیار ہے
تک رہا ہے تجھ کو دور سے وہ آسماں
تیری آزادی کے خاطر لڑ گئے کتنے مجاہد
لٹا دیے اپنا وہ سب کچھ دے گئے اپنی و جاں
تیرے خاطر یکتا کے گن گناتے گیت ہیں
تجھ سے ہی تو بنتا ہے خوبصورت ہر سماں
ائے زمین وطن جو ہیں تیری آغوش میں
ان بہا در سپاہوں کے دے تو ہم کو نشاں
سینچ کر اپنے لہو سے دے بہاریں اس چمن کو
ڈھونڈلائیں ہم کہاں سے ویسے مالی ہے کہاں
تو مادر وطن ہے تیری شان میں ہے سر جھکا
ذکر ہوگا جب تیرا صدا رہیں گے ہم وہاں

فاروق طاہر ۔حیدرآباد، انڈیا

جدید تدریسی تقاضے اور اساتذہ کی اخلاقی و پیشہ وارانہ ترجیحات

تدریس صرف پڑھنے پڑھانے، لکھنے لکھانے، سیکھنے سکھانے یا پھر معلومات کی ترسیل کا نام نہیں ہے۔ یہ علم و افکار کی تبلیغ و ترویج کا ایک مقدس وسیلہ ہے۔ تدریس کی حیثیت جب ایک پیشہ سے زیادہ باقی نہ رہے تب تبلیغ و ترویج جیسی اہم ترجیحات بھی نام نہاد معلومات کی ترسیل کی نذر ہو جاتی ہیں۔ تدریس کو صرف نوکری سمجھنے والے اساتذہ کے درمیان آج بھی ایسے کئی دیانت دار اساتذہ موجود ہیں جن کے دم سے درس و تدریس کا امتیاز اور وقار باقی ہے۔ تدریس ایک پیشے کا نام نہیں بلکہ مختلف علوم، صلاحیتوں اور استعداد کے مجموعہ و یکجائی کا نام ہے۔ درس و اکتساب پر معاشرے کے بدلتے مزاج اور جدت طرازیوں کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ آج درس واکتساب ہی نہیں بلکہ زندگی کے بیشتر شعبے ٹیکنالوجی کے زیراثر آچکے ہیں۔ جدید تدریسی تقاضوں کی تکمیل اور طلبہ کی ٹیکنالوجی سے رغبت کو دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اساتذہ جدید ٹیکنالوجی کو اپنے روزمرہ کے تدریسی افعال کا لازمی حصہ بنائیں۔ کمرہ جماعت کی افادیت اور تاثیر میں مسلسل اضافے کے خواہش منداساتذہ کے لیے تو درس واکتساب میں جدید ٹیکنالوجی کا استعمال اور بھی اہمیت کا حامل ہے۔

ٹیکنالوجی کو صرف ''سلکان کوٹنگ'' کی طرح استعمال کرنے کے بجائے اساتذہ اسے طلبہ سے بہتر روابط ہموار کرنے اور ان کی تعلیمی ضروریات کی تکمیل کے لیے موثر طریقے سے بروئے کار لائیں۔ تدریس میں ٹیکنالوجی کے استعمال سے میری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ جس طرح سالہا سال سے روایتی کاپی پیسٹ کے طریقے ہمارے زیر استعمال رہے ہیں اسی طرح جدید ٹیکنالوجی کو بھی روایتی انداز (کاپی پیسٹ) میں مزید آگے بڑھایا جائے۔ جس طرح پاور (طاقت و عہدے) کا نشہ سیاست دانوں کو کرپٹ (مغرور و بدقماش) کردیتا ہے۔ پاور پوائنٹ کا بے جا اور خراب استعمال بھی اساتذہ اور ان کی تدریس کو بے اثر کردیتا ہے۔ تدریس خاص طور سے اس وقت اور بھی بے وقعت ہو جاتی ہے جب اساتذہ کے پاس سلائیڈز تو موجود ہوں لیکن وہ ان سلائیڈز کی وضاحت اور تشریح سے قاصر رہیں۔ ٹیکنالوجی (پاور پوائنٹ و دیگر ای مواد) کو تحصیل، تفہیم اور ترسیل علم کا واحد و حتمی ذریعہ سمجھنے کے بجائے اساتذہ اسے تحصیل، تفہیم اور ترسیل علم کے کارگر وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہی تصور کریں۔ ٹیکنالوجی کے ذریعے تدریسی امور کو موثر و مثبت بنانے کے لیے ٹیکنالوجی سے مربوط نئے تدریسی امور و زاویوں پر نہ صرف سنجیدگی سے غور و خوض کی ضرورت ہے بلکہ انھیں تدریسی افعال میں عملاً نافذ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

ڈیجیٹل درسیات کی تیاری و تدوین، ٹیکنالوجی کے جال میں گرفتار آج کے معاشرے میں اور بھی اہمیت اختیار کر جاتی

ہے۔اساتذہ کو خود اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ جہاں، دنیا انٹرنیٹ کے ترسیلی جال میں سمٹ کر ایک چھوٹی سی بستی کی شکل اختیار کر چکی ہے، وہاں بچوں کے درس واکتساب کے کارگر وسیلے اور طریقہ کار کیا ہوں گے۔نصابی کتب اور اسباق کی ڈیجیٹل پیش کش (جس پر آج ہم تکیہ کیے ہوئے ہیں) یہ درس واکتساب کو کامیاب بنانے کے لیے نا کافی ہیں۔طلبہ کے تعلیمی واکتسابی تسلسل کو مجروح کیے بغیر ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو بہتر مہمیز کرنے والے ڈیجیٹل پلاٹ فارمس ووسائل کی فراہمی درسیات، مواد، تکنیک اور طریقوں کی تخلیقی صورت گیری نہایت ضروری ہے۔ہم روایتی کمرہ جماعت سے بلاک بورڈ کی جگہ اسمارٹ بورڈ کی تنصیب ،چاک اور ڈسٹر کے بجائے اسمارٹ ٹیچنگ ٹولس کو رواج دے کر ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے ہیں کہ ہمارے کلاس رومس اسمارٹ ہو چکے ہیں۔بھلا صرف ٹیکنالوجی وٹیکنالوجیکل ٹولس کی فراہمی سے روایتی کلاس روم، اسمارٹ کلاس رومس میں کیسے تبدیل ہو سکتے ہیں۔بچوں میں جان ہوتی ہے۔ان میں محبت ،نفرت کی پہچان پائی جاتی ہے۔وہ بے حس و بے جان نہیں ہیں۔ان کے اندر عقل، دانش، غیرت وحمیت، خوشی، مایوسی، رنج وغم، دوستی، دشمنی، سودوزیاں جیسے مختلف جذبات پائے جاتے ہیں۔کمرہ جماعت کو لاکھ جدید تدریسی ٹیکنالوجیکل ٹولز (ٹیکنالوجی آلات) سے آراستہ و پیراستہ کردیا جائے، اساتذہ جب تک بچوں کی اکتسابی انفرادیت کو ملحوظ نہیں رکھیں گے، یہ ٹولس بچوں میں تحریک وترغیب پیدا کرنے میں ناکام ثابت ہوں گے۔اساتذہ جب تک بچوں کے جذبات واحساسات کی قدر نہیں کریں گے بچے درس و اکتساب کی طرف مائل نہیں ہوں گے۔کیا بے جان آلات و ٹولس، جان دار بچوں کی نفسیات کو سمجھ سکتے ہیں؟۔

روایتی کمرہ جماعت، جدید تعلیمی ٹولس وٹیکنالوجی سے نہیں بلکہ اساتذہ کی شفقت، محبت، دیکھ بھال، احساس ذمہ داری اور ان کی ترجیحات سے اسمارٹ کلاس روم میں تبدیل ہوگا۔ اساتذہ جدید ٹیکنالوجی اور جدید تعلیمی ٹولز پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ بچوں کی نفسیات و جذبات سے کماحقہ واقفیت حاصل کرتے ہوئے ان کے قلب وذہن میں گھر بنائیں تاکہ ان کی تدریس اسمارٹ کہلائے۔مچھلی کے شکار کے لیے گل پر کیچوے لگائے جائیں گے تو ہی مچھلیاں پکڑی جائیں گی۔کیچوں یا آٹے کے لدوں کے بجائے لکڑی کے ٹکڑے یا پھر کچھ اور لگائیں گے تو یہ عمل بے سود ثابت ہوگا اور کوئی مچھلی ہاتھ نہیں لگے گی۔یاد رہے! آپ کا سامنا کسی روبورٹ سے نہیں بلکہ اشرف المخلوقات سے ہے۔

درس وتدریس میں ٹیکنالوجی سے پیدا شدہ نئی صورت حال سے نبرد آزمائی کے لیے ہمیں ایسی درس گاہوں کی ضرورت ہے جو تخلیق، ایجادا ور دریافت کو فروغ دے۔جدیدیت سے پیدا شدہ افراتفری پر حکمت ودانائی سے قابو پائے۔جہاں کمزور روایات کی اصلاح ہو۔متناسب ومکمل شخصیت کی تعمیر ہو۔جدید طریقہ تعلیم سے مراد صرف درسیات (Pedagogy) کی تبدیلی ہی نہیں بلکہ ایک منفرد معیاری ،سائنسی نظام تعلیم کی ضرورت ہے۔اساتذہ کو تعلیم میں ٹیکنالوجی کے استعمال اور تعلیمی ٹیکنالوجی سے متعلق اپنے افکار ونظریات میں مثبت تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

آج ہم ایک ایسی دنیا میں سانس لے رہے ہیں جہاں ہر منٹ کوئی نہ کوئی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ایک منٹ میں انگنت ٹوئٹس کیے جاتے ہیں۔فیس بک پیج یا کسی

دوسرے سوشل میڈیا پلاٹ فارم پر ہر منٹ بے شمار ناظرین اپنی حاضری درج کرواتے رہتے ہیں۔سوشل میڈیا کے مختلف تعلیمی پلاٹ فارمز ترسیل علم میں نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔اسکول اور کمرہ جماعت میں پیئر لرننگ جس طرح فروغ اکتساب میں معاون ثابت ہوتی ہے،ٹیکنالوجی بھی پیئر لرننگ کی طرح طلبہ کو ایک خود کار اکتسابی کلچر (اسکیومارفزم Skeuomorphism)فراہم کرتی ہے، جہاں طلبہ کسی تحدید و بندش کے بغیر تعلیمی نظام سے تعامل و ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے مسلسل سیکھتے رہتے ہیں۔اس طریقہ کار کو ماہر تعلیم ڈونالڈ نارمیان (Donald Norman)نے اسکیو مارفزم سے تعبیر کیا ہے۔جدید تعلیمی دنیا میں اسکیو مارفزم تیزی سے مقبولیت حاصل کرنے والی ایک خاص اصلاح ہے۔ڈونالڈ نارمیان اس اکتساب کو تمام تحدیدات و بندشوں سے ماوراء قرار دیتا ہے۔ اسکیو مارفزم ایک ایسے تعلیمی ماحول کو وجود میں لاتی ہے جس کے زیر اثر طلبہ ایک خاص تعلیمی ماحول میں ٹیکنالوجی کی مدد سے از خود سیکھنے لگتے ہیں۔

برمنگھم یونیورسٹی کے ماہر تعلیم ڈین اوہارا (Dan O'Hara) کے مطابق اسکیو مارفزم تکنیک، ٹیک انڈسٹری میں صرف چند سالوں سے ہی استعمال کی جارہی ہے۔اُن کے مطابق اسکیو مارفزم کوئی ایسی شئے نہیں ہے کہ جسے ڈیزائین کیا جائے۔ بلکہ یہ مخصوص تعلیمی ماحول اور ٹیکنالوجی کے تعامل سے از خود انجام پانے والا اکتساب ہے۔سہل انداز میں اسے ماحول کے ذریعہ اکتساب کا نام دیا جاسکتا ہے۔انسانوں کے اندر موجود جمالیاتی حس،جس طرح انہیں حسن وقبیح کا احساس دلاتی ہے،اسکیو مارفزم بھی ایک خاص تعلیمی نظام میں ٹیکنالوجی سے مل کر از خود اکتساب کو فروغ دیتی ہے۔

فِلکر Flickr (فلکر ڈاٹ کام) پر رکھی گئی لاتعداد تصاویر اکتساب کے آفاقی معیار کی نمائندگی کرتی ہیں ۔یہ اکتسابی عمل میں اہمیت کی حامل ہیں۔ایپل اسٹور پر ہر منٹ میں 47000 سے زیادہ ایپس ڈاؤن لوڈ کئے جاتے ہیں۔اس بات سے تشنگان علم کی علمی پیاس کی شدت اور حصول علم کی نئی جہات کا اندازلگایا جاسکتا ہے۔2004 سے قبل اس طرح کی سہولیات دستیاب نہیں تھیں۔آن لائین ڈیٹا کی دستیابی نے سیکھنے کے خواہش رکھنے والے افراد کو بہت تیزی سے اپنی جانب راغب کیا ہے۔ٹیکنالوجی نے سیکھنے والوں کو بیک وقت کئی مہارتوں اور استعدادوں کی نہ صرف معلومات بہم پہنچائی ہیں بلکہ انھیں عبور سے بھی ہمکنار کیا ہے۔آن لائین ڈیٹا نے ایک آدمی،ایک کام کے نظریے کو مات دے کر آدمی کو کثیر الجہات بنادیا ہے۔

تیزی سے بدلنے والی دنیا میں یہ ایک بڑی تلخ حقیقت ہے کہ اسکولوں میں سالہا سال سے کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔آج بھی اسکولوں میں روایتی انداز میں یا پھر نمائشی طور پر ٹیکنالوجی کو جگہ دی گئی ہے۔یہ بھی سچ ہے کہ ٹیکنالوجی پر مبنی طریقہ تدریس کے ناکام تجربات کی بھی کئی رپورٹس منظر عام پر آچکی ہیں۔

"Failed iPad Experiment Shows BYOD Belongs in Schools."

"LA,Cancles iPads in the schools' program,a failure of vision,not technology.

اسکولوں میں کثیر سرمایہ کاری کے باوجود ایسا محسوس ہورہا ہے کہ ٹیکنالوجی کو مدارس میں نافذ کرنے کے ہمارے منصوبے، طریقے اور حکمت عملیاں ناکام ہوگئی ہیں۔ حقائق کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ تعلیم اور تعلیمی اداروں میں ٹیکنالوجی کے نفاذ میں ناکامی ٹیکنالوجی کی ناکامی نہیں بلکہ ہمارے تعلیمی نظام، تعلیمی منصوبہ بندی، تعلیمی نصاب، درسیات، اور تعلیمی طریقہ کار کی ناکامی ہے۔

بحیثیت معلم ہماری غلطیوں میں ایک اہم غلطی کاپی پیسٹ (نقل، چسپاں) ہے۔Ctrl+C اور Ctrl+V سے اکتسابی و درسیاتی مسائل کا حل ناممکن ہے۔ خاص طور پر اس طرح کے عمل سے مسائل اور بھی پیچیدہ اور پریشان کن بن جاتے ہیں۔کاپی پیسٹ کا غلط استعمال اسکولوں میں ٹیکنالوجی کے نفاذ کے دوران ریکارڈ کی گئی غلطیوں میں سے ایک نمایاں غلطی کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے۔

مذکورہ مباحث کی روشنی میں ایک نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ صورت حال میں تدریسی منظرنامے کو بڑی حد تک تبدیل کرنا بے حد ضروری ہے۔ بنیادی تدریسی اصولوں میں تبدیلی کے لیے ایک فعال تدریسی نمونہ و ماڈل کی ضرورت ہے تا کہ کاملیت کے حصول کے سفر میں ہمیں پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔اساتذہ کو جامع تعلیم (Holistic Education) کی حمایت میں آگے آنا چاہیے۔جامع تعلیم کی فراہمی سے سیکھنے والوں کی اکتسابی عادات میں فرق پیدا ہوگا بلکہ شرح اکتساب میں بھی خوش گوار تبدیلی واقع ہوگی۔ کمرہ جماعت کی اکتسابی سچائیوں میں ایک سچائی یہ بھی ہے کہ طلبہ جس استاد کو پسند کرتے ہیں اس کے مضمون کو بھی پسند کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یوں کہہ لیجیے کہ طلبہ اسی مضمون کو پسند کرتے ہیں جس کی تدریس ان کے پسندیدہ اساتذہ انجام دیتے ہیں۔اس حقیقت کے پیش نظر اساتذہ کے پاس طلبہ کی فلاح و بہبود پر مبنی ایک مبسوط روزمرہ کا واضح منصوبہ ہونا چاہیے۔اس منصوبے سے طلبہ نہ صرف کامیابی کی سمت جست لگائیں گے بلکہ ان کی اکتسابی مسرت کے اشاریے میں بھی نمایاں ترقی ریکارڈ کی جائے گی۔

درس واکتساب کے تشویشناک پہلوؤں میں اساتذہ کے لیے جو سب سے زیادہ تشویش کا پہلو ہے وہ درحقیقت کمرہ جماعت کا انتظام وانصرام (Classroom Management) ہے۔اساتذہ اگر طلبہ سے محبت و شفقت سے پیش آتے ہیں تو کلاس روم کا انتظام بد نظمی و بھونڈے پن سے محفوظ رہے گا۔ بیشتر اساتذہ کمرہ جماعت کے انتظام وانصرام کو صرف نظم وضبط کے زاویہ سے ہی دیکھتے ہیں۔ان کے نزدیک کمرہ جماعت کے انتظام وانصرام سے مراد جماعت میں طلبہ کو خاموش رکھنا ہے۔ کمرہ جماعت کا انتظام وانصرام درحقیقت تدریسی اہداف کا حصول، تدریسی طریقہ کار و تکنیک کا اطلاق، مثبت تدریسی افعال، تدریسی ماحاصل پر نگاہ اور طلبہ کے اکتساب کی رفتار و ترقی کی نشاندہی وغیرہ سے منسوب ہے۔

سینئر اساتذہ خاص طور پر کمرہ جماعت کے تصور کو وسیع تناظر میں دیکھیں۔ اپنے ساتھی اساتذہ کو کمرہ جماعت کے کامیاب انتظام و انصرام پر مبنی ایک واضح فریم ورک (عملی منصوبہ) فراہم کریں، تا کہ وہ اپنے کمرہ جماعت کے انتظام و انصرام کا موثر منصوبہ ترتیب دیں۔طلبہ کو درسی سرگرمیوں میں مصروف رکھتے ہوئے کچھ وقت کے لیے تو کمرہ جماعت کے انتظام و انصرام کو بحال رکھا جاسکتا

ہے۔لیکن ایک فعال کمرہ جماعت کے (کلاس روم) کے قیام کے لیے اساتذہ کا مشفقانہ رویہ، ہمدردانہ طرز عمل،طلبہ،اساتذہ کے مابین خوش گوار تعلقات بہت اہم ہیں۔ایک بے جان خیالی منصوبہ کمرہ جماعت کے انتظام و انصرام کے لیے کافی نہیں ہے۔کمرہ جماعت کے انتظام و انصرام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے ایک حقیقی (فزیکل/عملی) مبسوط، جامع،فعال ومتحرک منصوبے کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔اساتذہ کے لیے پیشہ وارانہ ضابطہ اخلاق ضروری ہے جو نہ صرف ان کی اساسی ذمہ داریاں کا احاطہ کرتا ہو بلکہ طلبہ کی زندگی میں ان کے کردار، معنویت اور اہمیت کو بھی وضاحت سے پیش کرتا ہو۔ تدریسی پیشہ وارانہ ضابطہ اخلاق سے اساتذہ کی تدریس سے وابستگی و بلند عزائم ،درس واکتساب کے اہداف کے حصول میں ان کی فعال شرکت داری سے ظاہر ہونا چاہیے۔یہ بہت ضروری ہے کہ جو شخص بھی تدریس کو ایک پیشہ کے طور پر اپنانا چاہتا ہے وہ خود کو مثالی تدریسی نظریات (ٹیچنگ آئیڈیلس) کے مطابق ڈھال لیں۔اساتذہ کو ہر پل یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ استاد معاشرے کا ایک باوقار اور معتبر فرد ہی نہیں ہے بلکہ ہر گھڑی اس پر اس کے شاگردوں اور معاشرے کی نگاہیں گڑی رہتی ہیں۔پیشہ تدریس اسی لیے تقاضا کرتا ہے کہ استاد پرسکون ،صابر مزاج، ملنسار، ہمدرد، مونس وغم خوار، بہتر سامع اور اچھی و بہتر گفتگو کرنے والا ہو۔ ان صفات کو اپنی ذات میں پیدا کرنے کے اساتذہ کو شب روز سال کے بارہ مہینے عملی مشقتوں ومجاہدوں سے گزارنا پڑتا ہے۔اسی وجہ سے استاد کو سماج میں عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر نادر المسدوسی
صدر بزم علم وادب حیدرآباد

غزل

میں ہم سفر کو بھول گیا، ہم سفر مجھے
یا رب عطا ہو پھر سے کوئی رہگزر مجھے

یہ میری خوش نصیبی ہے فن کی اُڑان میں
اُستاد نے نکھارا بنایا گہر مجھے

اللہ کا کرم ہے یہ سب کی یہ نگاہ میں
اُس نے رکھا ہے شان سے یوں معتبر مجھے

قرآں کی سورتیں جو پڑھوں رات دن اگر
نورانی گھر لگے یہ مرا سَر بسَر مجھے

اشعار ہوں تو ایسے دلوں پر اَثر کریں
مل جائے شاعری کا لطیف اک ہُنر مجھے

عاصی ہوں، گنہگار ہوں یہ جانتا ہے تو
شرمندہ ہوں خدا یا تو کر درگزر مجھے

نادؔر جو مرے سر پہ کرم رب کا تھا تو پھر
یہ سوچتا ہوں کس نے کیا دَربدر مجھے

احمد نور عینی۔ استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

بی شیام سندر: مشیرِ حضور نظام وقائدِ پست کردہ اقوام

ہمارے ملک بھارت میں ہزاروں سال سے نسلی برتری اور سماجی انصاف کے درمیان نظریاتی کش مکش جاری ہے، نسلی برتری والے نظریہ کی حامل قوم نے بھارت کے قدیم واصلی باشندوں سے ان کے بنیادی انسانی حقوق چھین کر انھیں پست سے پست تر بنایا اور ایک بڑی تعداد کو اچھوت قرار دے کر ان کے ساتھ جانوروں جیسا بلکہ جانوروں سے بدتر سلوک کیا، اپنی نسلی برتری کو باقی رکھنے اور اسے مستحکم سے مستحکم تر کرنے کے لیے مذہب کو استعمال کیا، اور پھر اسی مذہب کی غلامی میں بھارت کے مولنواسیوں کو جکڑ لیا، اسی کا نام منوواد برہمنواد ہے، اس برہمنواد کے خلاف ماضی بعید سے ہی ہر دور میں تحریکات برپا ہوئیں اور شخصیات اٹھیں، عہد جدید کے برہمنیت مخالف تحریک کاروں میں ایک اہم نام مملکت حیدرآباد کے بی شیام سندر کا ہے، یہ آخری نظام میر عثمان علی خان مرحوم کے وزیر مملکت اور مشیر اقتصادیات تھے، ان کی پیدائش مملکت حیدرآباد دکن کے مردم خیز شہر اورنگ آباد میں ہوئی، انھوں نے جامعہ عثمانیہ سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی، یہ عنفوان شباب سے ہی تحریکی اور حرکیاتی تھے، ابھی بیس برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ گاندھی جی کی تحریک سے جڑ گئے، کھادی کپڑے پہن کر گاندھیائی انداز سے تحریکی سرگرمیاں انجام دینے لگے، مگر جلد ہی انھوں نے کانگریس اور گاندھی جی کو الوداع کہہ دیا، وجہ یہ بنی کہ 1928 میں گاندھی جی حیدرآباد آئے، بی شیام سندر دیگر گاندھی وادیوں کے ساتھ گاندھی جی سے ملاقات کے لیے پہنچے، اس دور میں گاندھی جی نے اچھوتوں کو ہریجن کا نام دے کر چھوت چھات کے خلاف مہم چھیڑ رکھی تھی، ہریجن کا لفظی مفہوم ہری یعنی وشنو کی اولاد ہے اور اصطلاحی مفہوم ہے دیوداسیوں کی وہ اولاد جن کے باپ کا پتہ نہیں، یعنی برہمن پنڈتوں کی ناجائز اولاد، بی شیام سندر نے اس نام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کا مقصد اچھوتوں کو عزت نفس دینا ہے اور چھوت چھات کا خاتمہ کرنا ہے تو پھر آپ انھیں ہریجن جیسا نام دے کر ان کی الگ شناخت قائم کرنا کیوں چاہتے ہیں، اور آپ طبقاتی نظام کا خاتمہ کر کے سب کو مساوات فراہم کیوں نہیں کرتے؟ گاندھی جی بی شیام سندر کو مطمئن نہ کر سکے، واضح رہے کہ گاندھی جی ورن ویوستھا (طبقاتی نظام) کے حامی تھے۔

بی شیام سندر 1930 میں اسٹوڈینٹ یونین کے صدر بنے، کچھ عرصہ بعد پست کردہ اقوام کی ینگ مین اسوسی ایشن قائم کی، لندن میں جب گول میز کانفرنس کا انعقاد ہوا اور امبیڈکر نے اچھوتوں کے لیے جداگانہ حق انتخاب کی مانگ کی تو اس کی تائید میں بی شیام سندر نے ینگ لیگ آف امبیڈکر بنائی۔ 1945 میں انجمن پست کردہ اقوام کے صدر بنے، 1946 میں نظام سرکار نے ان کی سماجی خدمات کی وجہ سے انھیں خسروئے دکن گولڈ میڈل سے سرفراز کیا، 1947 میں وہ حیدرآباد اسمبلی کے رکن مقننہ بنے، 1948 میں حیدرآباد

اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر منتخب ہوئے۔ بی شیام سندر کا نظام سرکار میں خاص مقام تھا، ان کی نمائندگی پر حکومت نظام نے پست کردہ اقوام کے لیے 28 ہاسٹلوں کا قیام عمل میں لایا اور ان کی تعلیم کے لیے ایک کروڑ کا بجٹ منظور کیا۔ 1941 کی مردم شماری سے پہلے بی شیام سندر پس کردہ اقوام کی نمائندگی کرتے ہوئے نظام میر عثمان علی خانؒ سے درخواست کی کہ ہمیں (پس کردہ اقوام) کو ہندو نہ شمار کیا جائے، ان کی درخواست دربار آصفجاہی میں شرف قبولیت سے باریاب ہوئی، مگر عملاً کامیابی نہ مل سکی؛ کیوں کہ پٹیل پٹواریوں نے اپنے برہمنوادی لیڈروں کی شہ پر زیادہ تر دیہاتوں میں انھیں مردم شماری میں ہندو ہی لکھا۔ یہاں اس بات کا ذکر مناسب ہوگا کہ بی شیام سندر بھارتی اقوام کو ''پست کردہ اقوام'' سے موسوم کرتے تھے، ''پسماندہ'' کے بجائے ''پس کردہ'' کا لفظ استعمال کرنے کا مقصد یہ بتانا تھا کہ بھارت کی مولنواسی غیر آریائی قوموں کو منصوبہ بند طریقے سے پست کیا گیا۔

بی شیام سندر ایک بہترین خطیب تھے، نظریاتی جنگ میں برہمنواد کی بنیادیں ہلانے کے لیے انھوں نے جن وسائل کا سہارا لیا ان میں ایک خطابت ہے، اس سلسلہ میں پربھنی مہاراشٹر میں دیا گیا ان کا خطاب قابل ذکر ہے، یہ خطاب انھوں نے 1942 میں ''کل حیدرآباد پست کردہ اقوام کانفرنس'' کے اسٹیج سے کیا تھا، یہ کافی طویل خطاب ہے، یہ خطاب ان کی نظریاتی پختگی، فکری بلندی، حالات آگہی اور علمی گہرائی کا آئینہ دار ہے، بی شیام سندر نے اس خطاب میں پوری وضاحت سے کہا کہ ہم ہندو نہیں ہیں، انھوں نے اس موقع سے لفظ ''ہندو'' پر تفصیلی بحث کی، اور دلائل کی بنیاد پر یہ بتایا کہ بھارت کی پس کردہ اقوام ہندو کیوں نہیں ہیں، انھوں نے ویدوں سے دلیل دیتے ہوئے کہا کہ ویدوں میں غیر آریائی قوموں یعنی پس کردہ اقوام کے خلاف بد دعائیں درج ہیں، ان کا تذکرہ نفرت وحقارت کے ساتھ کیا گیا ہے، اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ویدوں کا مذہب پس کردہ اقوام کے مذہب سے مختلف ہے، انھوں نے کہا کہ ویدوں اور شاستروں میں ہمیں راکشس، اسر، داس وغیرہ کہا گیا، ہندو کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہندو کا معنی غلام کے آتے ہیں۔ اس خطاب میں بی شیام سندر نے نظام سرکار کا اس بات پر شکرادا کیا کہ پس کردہ اقوام کو ہندو قوم کے تابع نہ مان کر مستقل قوم کی حیثیت سے نمائندگی دی گئی، مگر اس بات پر افسوس کا اظہار بھی کیا کہ دستوری اصلاحات کے لیے بننے والی کمیٹی نے پس کردہ اقوام کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ خطاب جاری رکھتے ہوئے انھوں نے شاستروں کے حوالے سے طبقاتی نظام کے استحصالی وغیر انسانی ہونے کو واضح کیا، برہمنیت کی مختصر تاریخی جھلک پیش کرکے اس کی تباہ کاریوں کی طرف اشارہ کیا، انھوں نے یہ سوال کیا کہ جب ہم ہندو نہیں ہیں تو پھر ہندو دھرم چھوڑنے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا، ہاں برہمنوادی تہذیب نے اپنے ''ہندوانہ'' رسم ورواج میں ہمارے سماج کو جکڑ لیا ہے، جس سے باہر نکلنا ضروری ہے۔ انھوں نے یہ حیران کن پیشین گوئی کی کہ برہمن قائدین بھارت کے تمام مسلمانوں کو ہندو قرار دے سکتے ہیں۔ انھوں نے مسلم سماج سے اس شکایت کا اظہار کیا کہ یہ سماج عہد نبوی کے سماج سے کافی مختلف ہے، وہ کہتے ہیں:

''اگر آں حضرت ﷺ کے زمانہ کے اسلام سے ہندوستان کے موجودہ اسلام کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے اسلام پر زیادہ تر ہندویت (برہمنیت) کا رنگ چڑھا ہوا ہے''۔ (بی شیام سندر: 78، مرتب: سید مقصود احمد ظہیر آباد)

بی شیام نے اس خطاب میں گوشت خوری کا مسئلہ بھی

چھیڑا، انھوں نے تاریخی و مذہبی حوالوں سے برہمن قوم کے گوشت خور ہونے کو ثابت کیا، وہ کہتے ہیں:

''ہندوستان کی تاریخ سے اور پرانوں کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تمام برہمن اوران کے دیوتا گوشت کھایا کرتے تھے''۔۔۔۔۔''یہ گوشت اکثر گائے، بیل کا ہوتا اور گھوڑوں کا بھی ہوتا تھا''۔(حوالۂ سابق:56، 57)

خطاب کے اخیر میں ایک بہت اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی، وہ مسئلہ ہے مذہبی رواداری اور مذہب غیر میں عدم مداخلت کی پالیسی کا، یہ بہت اہم اور ضروری ہے، لیکن اگر اس کو مطلق رکھا جائے تو سماج کا نقصان بھی ہوسکتا ہے، برہمنواد کو مذہبی رواداری کے نام پر کھلی چھوٹ مل جاتی ہے، اور ذات پات کے خاتمہ کی کوشش کرنے اور انسانی مساوات کی بنیاد پر سماج کی تشکیل نو کرنے کا مطلب مذہب غیر میں مداخلت سمجھا جانے لگتا ہے، جس کی وجہ سے برہمنواد کو پنپنے کا اچھا موقع ہاتھ لگتا ہے، مسلم عہد حکومت میں یہی غلطی ہوئی، آگے یہ غلطی نہ ہو اس لیے بی شیام سندر اس کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے کہتے ہیں:

''حکومت کی مذہبی رواداری اور غیر مداخلت کی پالیسی سے عموما تمام ملک اور خصوصا پست اقوام کو کافی نقصان پہنچ رہا ہے، حکومت کی اس پالیسی کی آڑ میں مذہبی گروہ خاص طور سے ہندو (اونچی ذات والے) بھارتیوں (پس کردہ اقوام) کے انسانی حقوق پامال کررہے ہیں، ان کو دیہاتوں میں شاہراہ عام پر چلنے کی ممانعت ہے، وہ جوتا پہن کر برہمنوں کے سامنے جا نہیں سکتے، وہ سفید کپڑے نہیں پہن سکتے،۔۔۔۔۔''(حوالۂ سابق:79)

یہ خطاب 1942 کا ہے اس میں انھوں نے نظام حکومت کی طرف سے پس کردہ اقوام کے حق میں کیے گئے اصلاحی و ترقیاتی اقدامات پر اظہار تشکر کیا، اگر کچھ کمی کوتاہی ہوئی تو اس پر محبت بھرے انداز میں شکایت بھی کی، آئندہ کے لیے مزید گذارشات کیں، ان سب سے بی شیام سندر کے قد کی بلندی اور نظام سرکار میں ان کی شخصیت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، نظام حکومت میں ان کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آزادی کے بعد جب بھارت کے فرماں رواؤں نے حیدرآباد کی آزاد مملکت کا بھارت میں انضمام کرنا چاہا تو نظام دکن نے ایک وفد اقوام متحدہ روانہ کیا؛ تاکہ اقوام متحدہ اس مسئلہ میں مداخلت کرکے انضمام کو روکنے کی کوشش کرے، اس وفد کے لیے جن لوگوں کا انتخاب عمل میں آیا بی شیام سندر ان میں سے ایک ہیں، ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم اس وفد کے قائدین میں تھے۔

آصفجاہی مملکت میں حکمراں کا طرز انتخاب جمہوری وعوامی نہ تھا، ایسے نظام سیاست میں سیاسی پارٹیاں پنپ نہیں سکتیں، بلکہ ایسی پارٹیوں کو اپنی سرگرمیاں انجام دینے کی اجازت ہی نہیں ہوتی، بھارت کی برہمنوادی کانگریس مملکت حیدرآباد میں اپنے وجود کو مستحکم کرنا چاہتی تھی، مگر یہاں کی طرز حکومت کی وجہ سے وہ ایسا کر نہیں سکتی تھی، اس کے لیے اس نے ایک راستہ چنا، وہ یہ کہ اس نے آریہ سماج نامی سماجی تنظیم کے نام پر گھس پیٹھ کیا، اور حیدرآباد دکن میں اپنے وجود کو مضبوط کیا، ان آریہ سماجیوں نے شدھی کرن کے ساتھ ساتھ پست کردہ اقوام کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی زبردست و زہر آلود کاشت کاری کی، نفرت کی یہ آگ پولیس ایکشن میں آتش فشاں بن کر بھڑک اٹھی، نفرت کی اس مہم کا مقابلہ بی شیام سندر نے جہاں تک ہوسکا کیا، آریہ سماجی پست طبقات سے کہتے کہ تم ہندو ہو، بی شیام سندر انھیں سمجھاتے کہ ہم ہندو نہیں ہیں، ہندوؤں کی اعلی ذات کی

حکومت ہمارے حق میں بہتر نہیں رہے گی، اس لیے بی شیام سندر انضمامِ حیدرآباد کے سخت خلاف تھے، وہ آصفجاہی مملکتِ حیدرآباد کو ایک آزاد ریاست کے طور پر باقی رکھنے کے حق میں تھے، بی شیام سندر پست کردہ اقوام کے لوگوں کو بھی یہی بات سمجھا رہے تھے کہ حیدرآباد کی مسلم ریاست کا خودمختار اور آزاد رہنا اعلیٰ ہندو ذاتوں کے زیر اقتدار آنے سے بہتر ہے۔ایک طرف وہ اپنی قوم کو یہ سمجھا رہے تھے اور دوسری طرف مسلم قیادت کو اصل دشمن سے آگاہ کر رہے تھے، ایک موقع سے بیدر کے رضاکاروں کی طرف سے پست اقوام کے ساتھ نا مناسب رویہ اپنانے کی اطلاع بی شیام سندر کو ملی تو انھوں نے صدر اعظم لیاقت علی خان کے زیر قیادت منعقدہ ایک میٹنگ میں مجلس کے صدر قاسم رضوی سے مخاطب ہوکر کہا: سالار اعظم! اعلیٰ ذات کے لوگ میٹھی چھریاں ہیں، ہم تمہارے حقیقی دوست ہیں، دوست اور دشمن میں پہچان کرنا سیکھو، ہم پست کردہ اقوام ہندو نہیں ہیں۔(بی شیام سندر، مرتب: سید مقصود ظہیر آباد، مطبوعہ: سمانترا بک ہاؤس، لکڑی کا پل حیدرآباد، ص:5)

حیدرآبادی وفد اقوام متحدہ تو پہنچا مگر قبل اس کے کہ وہاں کوئی بات طے ہوتی قتل وخون کا کھیل کھیل کر مملکت حیدرآباد کو بھارت میں ضم کرلیا گیا، وفد میں شامل ڈاکٹر حمید اللہؒ صاحب وہیں رک گئے، بی شیام سندر واپس آگئے، واپس آنے کے بعد کانگریسی حکومت کی پولیس نے انھیں گرفتار کرلیا، جرم یہ تھا کہ وہ ریاست حیدرآباد کی مسلم حکومت کے آزاد و خودمختار رہنے کے سخت حامی تھے، نو ماہ کے بعد رہا کیے گئے، رہا ہونے کے بعد پھر میدان میں کود پڑے، اب حیدرآباد جمہوری طرز حکومت کے تابع تھا، حقوق کی لڑائی کے لیے بی شیام سندر انتخابات میں حصہ لیتے رہے، 1957 میں بھالکی ضلع بیدر سے رکن اسمبلی کے طور پر منتخب بھی ہوئے، ریاست حیدرآباد کی لسانی بنیادوں پر تین حصوں میں تقسیم عمل میں آئی تو بی شیام کی کوششوں کا میدان بھی تین حصوں میں منقسم ہوگیا، مگر اس انقلابی لیڈر نے برہمنواد سے پنجہ آزمائی جاری رکھی، برہمنوادیوں نے اس پر رضاکار ہونے کا الزام لگایا، خفیہ مسلمان ہونے کی افواہ پھیلائی، مگر انھوں نے ہمت نہیں ہاری، امبیڈکر کے آں جہانی ہونے کے بعد انھوں نے اپنی انقلابی کوششوں کا دائرہ پورے ملک میں وسیع کرنے کا عزم کیا، اس مقصد سے انھوں نے بھیم راو؟ امبیڈکر کے نام پر ''بھیم سینا'' نامی تنظیم بنائی۔

بھیم سینا کی تشکیل بی شیام نے اپریل 1968 میں انجام دی، تشکیل کی مناسبت سے 31 اپریل 1968 کو شیڈولڈ کاسٹس (ایس سی) سماج کی ایک ریلی نکالی گئی، ریلی میں آنے والوں سے کہا گیا کہ وہ اپنے گھر میں موجود دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں اور تصویریں ساتھ لیتے آئیں، ریلی شروع ہونے کے بعد آگ جلائی گئی، پھر یہ اعلان کیا گیا کہ دیوی دیوتاؤں کی یہ تصویریں اور مورتیاں آگ میں جلادی جائیں۔اس موقع سے بی شیام نے بھیم سینا کے تعلق سے اردو ٹائمز ممبئی کے لیے ایک خصوصی مضمون اردو میں لکھا، مضمون کے آغاز میں ہی وہ ہندو نہ ہونے والی بات دہراتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''۔۔۔ہم ہندو نہیں ہیں، ہندو مذہب، ہندو فلسفہ یا عقیدے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، ہم مول بھارتی ہیں، ہم نے طے کرلیا ہے کہ ہندو سماج کے شکنجے سے اپنے آپ کو بہر قیمت آزاد کروائیں گے، اور سماج میں اپنا مستقل مقام لے کر رہیں گے، اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے 'بھیم سینا' قائم کی گئی ہے''۔(حوالۂ سابق:119)

اکتوبر 1968 میں ڈاکٹر فریدی صاحب کے زیر

قیادت لکھنو میں اتر پردیش مائنارٹیز، شیڈولڈ کاسٹس اینڈ بیک ورڈ کلاسز کنونشن منعقد ہوا، اس میں شیڈولڈ کاسٹس کی نمائندگی کے لیے بی شیام سندر نے شرکت کی، بیک ورڈ کلاسز کی نمائندگی کے لیے ٹاملناڈو کے برہمنیت مخالف باغی وانقلابی قائد ای وی راماسوامی پیریار نے شرکت کی، یہ کنونشن اس اعتبار سے کافی اہم تھی کہ یہ مظلوم قوموں کے اتحاد کی خوش آئند کوشش تھی۔ بی شیام نے اس کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے آریائی نسل پرستی کے تسلط پرستانہ مزاج پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ قوم بہر صورت اپنا ورچسو قائم رکھنا چاہتی ہے، اس کے لیے یہ لوگ کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں، گذشتہ تین ہزار سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے، گوتم بدھ، اشوک اور پھر بدھ ازم کے زوال کی تاریخ کو سرسری طور پر بیان کیا، آریائی نسل پرستی کے مزاج کی وضاحت کرتے ہوئے یہ سوال کیا کہ کیا ایسی سوچ والے لوگ جمہوری اقدار کو قبول کر پائیں گے؟ اور برہمنیت کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے یہ سمجھایا کہ ماضی میں برہمنواد نے جو حال بدھ مت کا کیا وہی اب اقلیتوں کے ساتھ کرنے کی تیاری ہے۔ برہمنواد کے رہتے ہوئے انھوں نے جمہوریت کو محض پروپیگنڈہ اور مذاق قرار دیا، جمہوری نظام کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ آزادی کے بعد دس برسوں تک تمام صوبوں کے وزراء اعلی برہمن رہے، اس عرصے میں ان برہمنوں نے کوشش کی کہ کلیدی عہدے ان کی فکر کے حامل لوگوں کے پاس ہوں، اعلی ذات کے ہندوؤں کی اجارہ داری قائم ہو اور اپنے مطلب کے لوگ ہر جگہ پہنچ جائیں، بی شیام کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ جمہوریت نہیں برہمنواد ہے جو اس ملک میں قائم ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ پولیس ہو یا فوج یا پھر نیم فوجی دستے ہر جگہ فرقہ واریت نے ڈیرہ جمالیا ہے، واضح رہے کہ یہ 1968 کی بات ہے جب ہمارے خیال میں سیکولر پارٹی کی حکومت تھی، ہماری اصطلاح والی فرقہ پرست پارٹی وجود میں بھی نہیں آئی تھی۔ بی شیام نے اس کنونشن میں سات اہم تجاویز پیش کیں، پہلی تجویز اس بابت ہے کہ پس کردہ اقوام کو ہندو نہ کہا جائے، وہ کہتے ہیں:

''میں لکھنو کے اس تاریخی شہر سے بانگ دہل اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نہ ہندو تھے نہ ہیں اور نہ کبھی رہیں گے، ہم کو ہندوؤں میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ دنیا کو اس دھوکہ میں مبتلا رکھا جائے کہ ہندوستان ہندوؤں کا ایک غیر متنازعہ علاقہ ہے، یہ ایک بہت بڑا فریب ہے''۔ (حوالۂ سابق:99)

دوسری تجویز میں انھوں نے حکومت ہند سے یہ مطالبہ کیا کہ پس کردہ اقوام کو مردم شماری میں ہندو شمار نہ کیا جائے، آخری تجویز اردو کی حفاظت واشاعت کے تعلق سے ہے۔

بی شیام سندر کا آل انڈیا مسلم کنونشن سے کیا گیا خطاب مسلمانوں کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے، یہ کنونشن 1970 میں نئی دہلی میں منعقد ہوا، اس خطاب میں انھوں نے مسلمانوں کو یہ انتباہ دیا کہ وہ آنے والے کل کے اچھوت بننے جا رہے ہیں، وہ کہتے ہیں:

''اگر میں اس تلخ سچائی کے اظہار کی جرات اپنے اندر پیدا کر سکوں تو بلا خوف وتردد یہ کہوں گا کہ اگر میرا تعلق گذرے ہوئے اچھوتوں سے ہے تو آپ آنے والے کل کے اچھوت بننے جا رہے ہیں، اس کے برعکس کوئی رائے رکھنے یا خوش فہمی میں مبتلا ہونے کے بجائے آپ اس سیاسی حقیقت کو پوری طرح ذہن نشیں کرلیں''۔ (حوالۂ سابق:111)

آگے اس خطاب میں عالمانہ بحث ہیوہ قرآنی آیت، حیات صحابہؓ اور تصور بیت المال سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسلام کا سماجی ومعاشی تصور بنیادی طور پر

اشتمالی (سماجی انصاف پر مبنی) ہے، لیکن میں مسلم سماج کو قرآن کی میزان میں تولتا ہوں تو اسے قرآنی نظام کے بجائے برہمنیت اور سرمادار یت کا نمائندہ پاتا ہوں۔ اس خطاب کے اخیر میں انھوں نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ عدلیہ اور منتظمہ دونوں شعبے حاکم طبقے کے ساتھ ''بندھے'' ہوئے ہیں۔اس خطاب کا خلاصہ یہی ہے کہ مسلمان اگر برہمنواد کی چالوں کو نہیں سمجھیں گے تو آئندہ ان کے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک کیا جائیگا۔ پچاس سال پہلے کہی گئی بی شیام سندر کی یہ بات آج حرف بہ حرف صادق آرہی ہے، مسلم قوم سماجی، سیاسی، معاشی ہر اعتبار سے اچھوت بنادی گئی۔

مسلم قوم کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنے، سماجی، سیاسی اور معاشی ہر میدان میں اچھوت بنانے، مولنواسیوں کو غلام بنائے رکھنے اور برہمنواد کا ورچسو برقرار رکھنے کے لیے عہد جدید کے برہمنواد نے جمہوری دور میں جن وسائل کا سہارا لیا ان میں ایک اہم وسیلہ ''ہندو مسلم فساد'' ہے، بی شیام سندر اپنی قوم کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرتے تھے، ناندیڑ کے ہفتہ وار میل جول کے نامہ نگار کو 18 مئی 1970 کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اچھوت ان فسادات سے بالکل الگ تھلگ رہیں اور قاتلوں کا ساتھ نہ دیں؛ بل کہ ان مظلوموں کا ساتھ دیں جو ان کے شریک دردوغم ہیں۔ دسمبر 1973 کو محراب اردو ڈائجسٹ کو دیا گیا ان کا انٹرویو بھی قابل ذکر ہے، یہ کافی مفصل ہے، اس میں تقسیم وطن کے تعلق سے پوچھے گئے سوال کا بی شیام سندر نے جو جواب دیا ہے وہ سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے، نامہ نگار سوال کرتا ہے: ''کیا تقسیم ہند کی ذمہ داری آپ کی نظر میں مسلمانوں پر ہے''؟ بی شیام سندر جواب دیتے ہیں:

''ہرگز نہیں! مسلمانوں کے ضمیر میں خلوص اور محبت، رفاقت اور یگانگت کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں، وہ اتحاد و اخوت کے علمبردار ہیں، نفاق ان کی سرشت میں نہیں ہے، دراصل 1922 میں کانگریس کے ایک جلسہ میں تقسیم کا یہ بیج بھائی پرمانند اور لالہ لاجپت رائے نے بویا تھا، انھوں نے صاف طور پر ہریجنوں اور مسلمانوں کو ہندوستان بدر کرنے کی بات کی تھی، پھر انھوں نے شدھی کی تحریک بھی چلائی،۔۔۔اس تقسیم کی ذمہ داری مسلمانوں پر نہیں ڈالی جاسکتی، تقسیم کے بعد بھی مسلمانوں کی اکثریت اپنے ہی وطن میں رہی، اور اس کی وفاداری کے خلاف آج تک ایک بات بھی ثبوت کے طور پر نہیں ملی، کانگریسی رہنماؤں اور ملک کے سرمایہ داروں نے من مانی پیدا کرنے کے لیے ایسے حالات پیدا کردیے کہ مسلمانوں کو انگریزوں کے اس جال میں پھنسنا ہی پڑا''۔ (بی شیام سندر: 137، 138۔ مرتب: سید مقصود احمد ظہیر آباد)

بی شیام سندر جس نے برہمنواد سے لوہا لیا، آصفجاہی مسلم حکومت سے اخیر وقت تک اپنی وفاداری نبھائی، مسلمانوں کو اپنا دوست سمجھا، بھارتی مولنواسیوں کے ہندو نہ ہونے کا پوری زندگی اعلان کیا، سماجی انصاف کے قیام کی کوششیں کیں، مسلمانوں کو برہمنواد سے واقف ہونے اور اس کا مقابلہ کرنے کے ناصحانہ مشورے دیے، جس پر رضا کار ہونے کا الزام لگایا گیا اور جس کے خفیہ اسلام قبول کرنے کی افواہ اڑائی گئی اس کی زندگی زبان حال سے یہ کہتی رہی:

زاہد تنگ نظر نے مجھے ''ہندو'' جانا
اور ''ہندو'' یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

احمد ولی اللہ صدیقی۔ ریسرچ اسکالر، شعبۂ مطالعات ترجمہ، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

منہاج القرآن پبلی کیشنز کے تراجم کا جائزہ

برصغیر کی عظیم اسلامی مفکر، مبلغ، محدث، مصنف، مفسر اور قانون داں شخصیت ڈاکٹر محمد طاہر القادری پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر جھنگ میں 19 فروری 1951 میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ڈاکٹر فرید الدین قادری اپنے عہد کی عظیم علمی و روحانی اور ادبی شخصیت تھے۔ انہوں نے لڑکپن سے علم وادب اور دیگر علوم وفنون کے حصول کیلئے مشرق تا مغرب، عرب وعجم علمی و روحانی اسفار کئے اور اپنے دور کے عالمی شہرت یافتہ محدثین اور علماء وفقہا سے علمی و روحانی اکتساب فیض کیا۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ابتدائی تعلیم کرسچین مشنری اسکول سے ہوئی۔ آپ نے جدید علوم کے ساتھ درس نظامی و اسلامی علوم بھی حاصل کئے۔ پنجاب یونیورسٹی پاکستان سے ایم۔اے قانون اور (ایل ایل بی) کے امتحانات امتیازی و اعلیٰ ترین اعزازات کے ساتھ کامیاب کئے۔ Punishment in Islam, Their Classification and Philosophy کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالم اسلام کی عظیم المرتبت روحانی شخصیت سیدنا طاہر علاء الدین الگیلانی البغدادی سے بیعت سلوک کی اور طریقت وتصوف سلوک ومعرفت کی تعلیم وتربیت ومنازل طے کئے اور روحانی فیض اخذ کیا۔ آپ نے علم التفسیر، علم الحدیث، علم الفقہ، علم التصوف والمعرفۃ، علم اللغۃ والادب، علم النحو والبلاغۃ اور دیگر کئی اسلامی علوم وفنون اور منقولات و معقولات کا درس اور اسانید واجازت اپنے والد بزرگوار سمیت جید شیوخ اور اکابر علماء کرام سے حاصل کی ہیں جنہیں گزشتہ صدی میں اسلامی علوم کی نہ صرف حجت تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مستند و معتبر اسانید کے ذریعہ منسلک ہیں۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے سلسلہ سند کی دو (2) کتب اسانید (الاثبات) میں اپنے پانچ سو سے زائد طرق علمی کا ذکر کیا ہے۔ جن میں

۱۔ ألجواهر الباهرة في الاسانيد الطاهرة

۲۔ ألسبل الوهبية في الاسانيد الذهبية

آپ کے اساتذہ میں عرب وعجم کی معروف شخصیات شامل ہیں جن میں الشیخ ضیا الدین احمد القادری المدنی، محدث الحرم الامام علوی بن عباس المالکی المکی، الشیخ السید محمد الفاتح بن محمد المکی الکتانی، محدث اعظم علامہ سردار احمد قادری، علامہ سید ابوالبرکات احمد محدث الوری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ عبدالرشید الرضوی اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی جیسے عظیم المرتبت علماء شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے بے شمار شیوخ حرمین، بغداد شام، لبنان، طرابلس، مغرب، شنقیط (موریطانیہ) یمن اور پاک وہند سے اجازت حاصل کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے دور جدید اور عصری تقاضوں کے پیش نظر اپنے علمی، فکری وانقلابی، دینی وتبلیغی ضروریات کی بنیاد حقیقت پسندانہ تجزیاتی مطالعے پر رکھی۔

فروغ دین میں آپ کی دعوتی وتجدیدی، انقلابی واجتہادی کاوشیں منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔

آپ نے دین کے ہمہ جہتی مسائل اور اس کے زوال کو عروج میں بدلنے کے لئے ۷ ار اکتوبر ۱۹۸۰ء (بمطابق 8 ذوالحجہ 1400ھ) کو ادارہ منہاج القرآن کی بنیاد رکھ کر اپنی فکری علمی اور عالمگیر تجدیدی کاوشوں کا آغاز کیا اور صرف 42 سال کے قلیل عرصہ میں علمی وفکری تحقیقی وتعلیمی اور عملی میدانوں میں ایسے ہمہ جہت کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اس تحریک سے دنیا کے 100 سے زیادہ ملکوں میں مراکز قائم کئے۔

خطابات: تحقیق کے دوران ہم نے پایا کہ آپ نے اسی کاز کو بڑھانے کیلئے خطابات کے ذریعہ علمی، تبلیغی ودعوتی عمل کو موثر طریقہ پر استعمال کیا اور تقریباً (6000) چھ ہزار موضوعات پر خطابات فرمائے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ جن کے موضوعات میں قرآنیات، ایمانیات، سیرت، اہل بیت اطہار میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن وسائنس، قانون، قرآن وطب، فلکیات شامل ہیں اور یہ خطابات یوٹیوب پر ناظرین وسامعین کے لئے دستیاب ہیں۔

تصانیف وتالیفات: تحقیق کے دوران ہم نے پایا کہ کم و بیش (۱۰۰۰) ایک ہزار مسودات میں سے ۶۱۴ سے زائد کتب شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں، ان کی تصانیف اور تالیفات کا موضوعاتی تنوع اتنا وسیع ہے کہ دانش انسانی ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے، یقیناً ان کا مطالعہ ایمان واعتقاد میں پختگی اور قلب و روح کی بالیدگی کا سامان ہے۔ تمام تصانیف www.minhajbooks.com پر انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔

فروغ تعلیم کی علمی کاوشیں: امت مسلمہ کی علمی فکری اور نظریاتی ترقی، ترویج وفروغ کیلئے اپنی فکر کو عمل کے قالب میں ڈھالتے ہوئے ان کاوشوں کو ادارہ جاتی شکل عطا کی، **منہاج یونیورسٹی لاہور پاکستان، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، منہاج ویمن کالج، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی، ہوم اسکولز انٹرنیشنل اور فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ** کے ذریعہ علم کا احیاء کیا۔

فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور تراجم: اس ریسرچ سنٹر کا قیام ۷/ دسمبر ۱۹۸۷ء کو رائٹرز پینل کے نام سے بنیاد رکھی گئی۔ وقت کے ساتھ اسکو ڈاکٹر طاہر القادری کے والد بزرگوار کے نام سے منسوب کیا گیا۔

یہ شعبہ ادارہ منہاج القرآن کا ایک ذیلی شعبہ ہے جس میں آپ کے خطابات ومسودات کو تحریکی، علمی، فکری روحانی اور اصلاحی تقاضوں کی تکمیل کیلئے کتابی شکل میں منتقل کیا جارہا ہے اور ان کتابوں کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے تاکہ دین اسلام کے اس پیغام کو مختلف زبانوں سے واقفیت رکھنے والے قارئین تک پہنچایا جاسکے۔

اس انسٹی ٹیوٹ میں ایک اور ذیلی شعبہ تحقیق و تدوین ہے۔ ان کے ذمہ نقل شدہ مسودات کی تہذیب تدوین اور ترتیب کے بعد ازاں حوالہ جات کی تخریج، اصل زبان ومتن کے موضوع کے مفہوم کی منتقلی دوسری زبانوں میں ادق کام ہے۔ جسکو خوش اسلوبی سے انجام دیا جاتا ہے۔ تحقیق کے دوران ہم نے پایا کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری گزشتہ کئی سالوں سے اپنی تصانیف وتالیفات عربی زبان میں تصنیف کررہے ہیں۔ ان کے تراجم کو کتابی شکل دینے کیلئے منہاج یونیورسٹی اور جامعہ اسلامیہ کے فاضل طلباء کی خدمات

لی جارہی ہیں اور نئے عصری موضوعات پر تصانیف وتالیقات کا اہتمام اور ان کے تراجم کا کام مختلف زبانوں میں بھی ساتھ ساتھ کیا جارہا ہے۔اس شعبہ تحقیق وتدوین پرنگرانی خود ڈاکٹر محمد طاہر القادری سرپرست اعلی فرماتے ہیں اور ان تمام سرگرمیوں پر لحہ بہ لحہ نظر رہتی ہے۔

منہاج القرآن پبلی کیشنز کے تراجم: مذکورہ بالا تمام مسودات کومختلف مراحل سے گزارنے کے بعد اس شعبہ میں اشاعت کیلئے دیا جاتا ہے۔ یہ شعبہ جدید ٹکنا لوجی اور عصری ایجادات سے لیس ہے جسکے ذریعہ مہینوں کا کام گھنٹوں میں ہوتا ہے اور مسودات بھی محفوظ رہتے ہیں۔

اس شعبہ کے ذریعہ ۵۴ کتابوں کے تراجم اردو سے انگریزی میں شائع ہوچکے ہیں دوسری زبانوں کے تراجم ان کے علاوہ ہیں۔

عصری ٹکنا لوجی کے باعث تحریک سے وابستہ افراد سے بین الاقوامی زبانوں کے مترجمین کی خدمات لی جاتی ہیں. اردو اور انگریزی زبانوں کے علاوہ جن زبانوں میں کتابوں کے ترجمے کیئے گئے ہیں ان میں ہندی، سندھی، بنگالی، کشمیری، پشتو، فارسی، ,Finnish, Narwegian, Italian, Bahasa , Greek, Indonesian, Spanish, French, زبانیں شامل ہیں۔ان کے علاوہ بھی دوسری زبانوں میں ترجموں کا عمل تیزی سے جاری ہے۔ذیل میں چند اہم تراجم پر نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ ترجمہ عرفان القرآن: عرفان القرآن کے نام سے اردو اور The Glorious Quraan کے نام سے انگریزی زبان میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق سائنٹفک اور تفسیری شان سے بے نیاز کرنے والا نہایت جامع اور قرآن شریف کے الوہی بیان کا لغوی ونحوی، ادبی و علمی اعتقادی وفکری اور سائنسی خصوصیات کا آئینہ دار ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان دوزبانوں کے علاوہ ہندی، سندھی، بنگالی، کشمیری، پشتو، ناروجین، (فن لینڈ) فنش اور گریک زبان میں ترجمہ ہوچکا ہے اور دیگر زبانوں میں کام جاری ہے۔

۲۔ المنہاج السوی من الحدیث النبوی: اس کتاب میں فہم دین اصلاح احوال وعقائد پر مشتمل 1100 احادیث کا مجموعہ پیش کیا گیا ہے۔اردو انگریزی کے علاوہ ہندی سندھی میں عام فہم سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

۳۔ دہشت گردی اور فتنہ خوارج ایک تاریخی فتویٰ: قرآن وحدیث کے سیکڑوں دلائل پر مبنی دہشت گردوں کو دور حاضر کے خوارج ثابت کرتے ہوئے ان کے کفر پر 600 صفحات پر مبنی فتوی جاری کیا۔ اس کتاب کے انگریزی ایڈیشن فارسی، ہندی، فرانسیسی، ناروتیجین میں ترجمہ ہوچکے ہیں اور دیگر زبانوں میں کام جاری ہے۔ عام فہم سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا گیا۔

۴۔ کتاب التوحید: اس اردو کتاب میں توحید اور دیگر کلامی واعتقادی موضوعات کو خالص علمی پیرائے اور معتدل طرز فکر کے ساتھ بیان کیا۔اس میں مضبوط دلائل کے ذریعہ شرک وبدعت کو طوفان پر بند باندھا گیا ہے۔اور تنقیص رسالت کے بدترین فتنے کو دبانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کتاب کی پہلی جلد کا انگریزی ترجمہ دو جلدوں میں شائع ہوچکا ہے۔انتہائی آسان اور عام فہم پیرائے میں مشکل ترین ابحاث کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

۵۔ A Real Sketch Of The Prophet (PBUH): گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اشاعت کارٹون کے رد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی شخصیت، حسن وجمال سیرت وکردار، الان ہمدردی محبت والفت اور عظمت، عظمت شان کا اصل خاکہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے افادات وملفوظات سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے اردو، ہندی، تلگو Spanish Danish Norwegian French اور اٹالین زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں، جس کے ذریعہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی اصلی تصویر پیش کی جارہی ہے۔

حاصل مطالعہ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے دعوت وتبلیغ حق، اصلاح احوال امت، تجدید واحیادین، ترویج واقامت اسلام، اتحاد امت اور انسانی معاشرے میں امن واعتدال کے فروغ کیلئے قرآن وسنت کے عظیم فکر پر مبنی عالم گیر جدو جہد کی تکمیل کیلئے وہ تمام ذرائع استعمال میں لائے اور خطابات تصانیف وتالیفات اوران کے تراجم پر مبنی کتب کی اشاعت فرمائی۔ تعلیم وتربیت کیلئے یونیورسٹی اور اسلامی جامعہ اور خواتین وبچوں کی تعلیم کا اہتمام فرمایا اور اردو کی ترقی وترویج میں اپنی سرگرمیوں کی بدولت قابل قدر اقدامات کئے جو بین الاقوامی سطح پر اور برصغیر میں اپنی مثال آپ ہے۔

کتب کے ترجموں کے ذریعہ اسلام اور قرآن حکیم کی صحیح فکر تک اپنوں اور غیروں تک پہنچانا، تعظیم ادب و محبت رسول اتحاد امت اور امن وآشتی بین المذاہب قرآنی تعلیمات کو اسلام اور سائنس کے تناظر میں حقانیت کے پیغام کو پہنچانے میں بہت اہم کردار نبھایا ہے۔ موجودہ حالات میں کوئی دوسرا نام نظر نہیں آتا جس نے اردو کی تصانیف اور اسکے تراجم کے ذریعہ اپنی خدمات کی ہیں۔ آئندہ آنیوالے دور میں منہاج القرآن پبلی کیشنز میں عربی سے اردو۔ اور اردو سے انگریزی اور دوسری زبانوں کے تراجم محققین کے لئے ایک قابل قدر سرمایہ ہوں گی۔

قاری ولی محمد زاہدؔ ہریانوی

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

روضہ رسولؐ پاک کا رب کا وہ گھر مجھے
آتے رہیں گے یاد وہ، دیوار و در مجھے

فخرِ رُسُلؐ پہ کیوں نہ کروں، جاں نثار میں
جس نے کیا ہے دہر میں، رشکِ قمر مجھے

اُسرار اور رموز بھی، سمجھائے دین کے
دی ہے اُنہی نے غیب کی لاکر خبر مجھے

عشقِ نبیؐ کی بے بہا، دولت جو مل گئی
دُنیا کے اب نہ چاہئیں، لعل و گہر مجھے

ہوتے ہیں دُور دیکھتے ہی، رنج و غم جسے
یارب دکھادے پاک تو، اپنا وہ گھر مجھے

فرصت رہے نہ مجھ کو، دُرود و سلام سے
یا رب لگا کے رکھنا یُوں ہی، کام پر مجھے

قلبِ حزیں کو ہوگیا ، زاہدؔ سکوں وہیں
گنبد نبیؐ کا میرے جو، آیا نظر مجھے

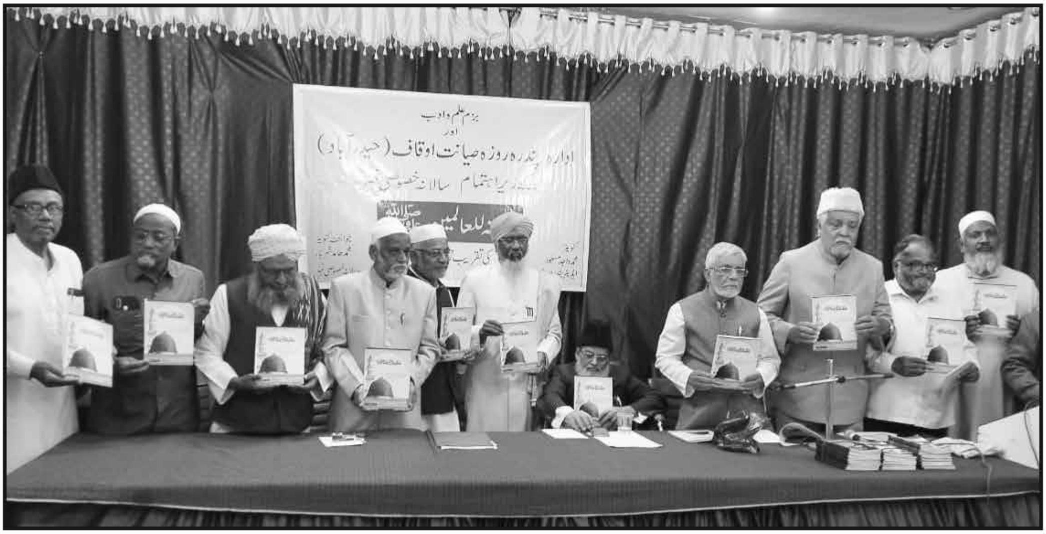

برم علم وادب اور پندرہ روزہ صیانت اوقاف کا بائیسواں سالانہ خصوصی نمبر رحمۃ للعالمین کا رسم اجراء کرتے ہوئے۔ تصویر میں جناب احمد صدیقی، ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی، ڈاکٹر ناظم علی، ڈاکٹر م.ق. سلیم، پروفیسر مجید بیدار، صدر بزم علم وادب ڈاکٹر نادر المسدوسی، مولانا شاہ محمد فصیح الدین نظامی، ایڈیٹر صیانت اوقاف محمد واجد مسعود، مولانا عرفان اللہ شاہ نوری قادری، جناب محمد اسد علی، ڈاکٹر مختار احمد فردین صدر آل انڈیا اُردو ماس سوسائٹی فار پیس۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی یوم پیدائش کے موقع پر سمینار میں مولانا آزاد پر روز نامہ بے مثال کا خصوصی نمبر کا رسم اجراء کرتے ہوئے۔ قونصل جنرل ایران آقا مہدی شاہ رخی۔ ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی، ایڈیٹر انچیف روز نامہ بے مثال میر ہادی علی اور ناہید جرنلسٹ......

مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم شاہین نگر حیدرآباد میں نعتیہ مشاعرہ کا کامیاب پروگرام

(محمد محامد ہلال) شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد کے زیر انتظام مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم شاہین نگر حیدآباد میں نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا ،جس کی صدارت مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی یوسف خان صاحب قاسمی ناظم مدرسہ اسلامیہ ہدایت البنات شاہین نگر حیدرآباد نے فرمائی۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے قاری وحافظ عبدالجبار خان صاحب شریک ہوئے، مشاعرہ کا آغاز تلاوت ربانی محمد فوزان متعلم مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم سے ہوا۔ مشاعرہ کی نظامت مدرسہ ہٰذا کے ناظم ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی نے کی، ناظم مشاعرہ نے اقبال سہیل کے مشہور شعر۔

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا ☆ تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجود ولوح قلم نہ ہوتا

پڑھتے ہوئے اس مشاعرہ کے اہم شاعر کم سن نعت خواہ محمد یحییٰ لکھیم پوری کو دعوت دی، کم سن نعت خواں نے نعت کے چند اشعار پیش کئے اور محفل نعت پرسماں باندھ دیا، ان کے ایک شعر پر حاضرین محفل نے بہت داد دی اور بار بار پڑھنے کو کہا:

پرندے بھی نہیں ہیں بھولنے والے ماں باپ کا احسان ☆ مگر ماں باپ کا بیٹا کمینہ بھول جاتا ہے

ناظم مشاعرہ نے ذیل کا شعر پڑھتے ہوئے:

ہر ابتداسے پہلے ہر انتہا کے بعد ☆ ذات نبی بلند ہے ذاتِ خدا کے بعد
دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفٰی کے بعد

مشہور ومعروف شاعر شاعر اسلام مولانا جلیس دلکش صاحب لکھیم پورکھیری یوپی کو دعوت دی، انہوں نے چند منتخب اشعار سنائے وہ اپنے تخلص میں اسم بامسمّٰی ہیں، آواز، انداز اور تخیل کی تخم ریزی سے واہ، آہ اور سر دھننے پر سامعین مجبور ہوگئے، جب انہوں نے یہ شعر پڑھا:

بہت تھوڑے سے کھانے پر ضیافت کیسے ہوتی ہے ☆ صحابی کا دیا گھر میں بجھانا یاد آتا ہے
مدینے والوں کا ایثار دلکش سب پہ ظاہر ہے جو بے گھر تھے انھیں گھر میں بسانا یاد آتا ہے

بالا اشعار سے شاعر کا تلمیحانہ انداز شاعر کے قد کو بتلاتا ہے، دلکش صاحب نے شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کی خدمات کو سراہا اور دعاؤں سے نوازا۔ صدر مشاعرہ نے ادارہ، ملک اور دنیا کے لئے دعا فرمائی۔ حاضرین سامعین میں مہمان عظام، مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم کے اساتذہ حافظ وقاری محمد شاکر صاحب، مولانا محمد مساعد ہلال احیائی صاحب، مولانا راشد فضل صاحب اور مولانا محمد بشیر معروفی اور مدرسہ ہٰذا کے طلباء موجود رہے، ناظم مشاعرہ نے مہمان شاعروں اور حاضرین محفل کا شکریہ ادا کیا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ☆ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

’’روزنامہ راشٹریہ سہارا شہروں سے قریات تک‘‘

ملک کے اُردو اخبارات میں روزنامہ راشٹریہ سہارا کی صحافتی خدمات لائق تحسین ہے کیونکہ یہ ملک کا واحد اخبار ہے جو ملک کے تقریباً ہر بڑے شہر سے نکلتا ہے اس کے بعد قصبات اور قریات تک بڑی تیزی سے ارسال ہوجاتا ہے، اس اخبار میں ملک کی تمام بڑی چھوٹی سیاسی پارٹیوں کو معقول جگہ دی جاتی ہے، خبر کو پوری پرکھ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ ادبی، علمی، تحقیقی، مذہبی اخلاقی مضامین سے اس اخبار کی زینت اور قدرومنزلت میں چار چاند لگا ہوا ہے، ادبی اجلاس اور مشاعروں کی خبریں تبصرے، اور رپوتاژ اہتمام کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مشہور صحافی شاعر، ادیب ضیاء قادری پرنٹر پبلشر اور ایڈیٹر روزنامہ راشٹریہ سہارا نے کیا، اس موقع پر آل انڈیا اُردو ماس سوسائٹی فار پیس کے صدر ڈاکٹر مختار احمد فردین نے روزنامہ راشٹریہ سہارا کی خدمات قابل نظیر قرار دیا، انہوں نے سہارا پریوار اور ضیاء قادری کے اس اردو کاز پر مبارک باد دی اور یہ فرمایا کہ اردو صحافت میں روزنامہ سہارا کے کردار کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا، مشہور صحافی ایڈیٹر مکیش صاحب نے بھی ضیاء قادری کی بھرپور ستائش کی۔ مشہور ادیب اسکالر محسن خان نے ضیاء قادری کو مخلص اور اچھا انسان قرار دیا۔ مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی اور چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد نے ضیاء قادری کے اخلاق اور ان کی ادبی خدمات کو سراہا اور اس موقع پر ماہنامہ صدائے شبلی کے خصوصی نمبر اور اردو صحافت کے دوسو سال، کی رسم رونمائی ہوئی، ضیاء قادری نے ماہنامہ صدائے شبلی کی پوری ٹیم کو مبارک باد پیش کی اور اسے اہم کارنامہ قرار دیا۔ ضیاء قادری کو اجمیر شریف کی نسبت حاصل ہے، انہوں نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کا تذکرہ بہت ہی عقیدت سے کیا اور ماہنامہ صدائے شبلی کے لئے اپنی بھرپور تعاون کی پیش کش کی، ادارہ ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

DR. S.J HUSSAIN
MD (Unani)
Former director Incharge
Central Research Institute Of Unani Medicine
Govt of India

website: www.unanicentre.com
Email:syedjalilhussain@gmail.com
jaleel_hussain@yahoo.com

Dr. Jaleel's

یونانی سینٹر فار کارڈیک کیر

UNANI CENTER FOR CARDIAC

Consultation Time
Morning: 9:00 am to 2:00 pm
(Friday Morning and Sunday Evening Closed)

Cell:
+91 8142258088
+91 7093005707

Adress -: No: 8-1-332/3/B-69, RoadNo 1(A)Arvind Nagar Colony
Tolichowk Hyderabad - 500008 T.S India

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، حیدرآباد
SHIBLI INTERNATIONAL
EDUCATIONAL & CHARITABLE TRUST
Regd. No. 180/2016

مسجدِ الٰہی کی تعمیر کے لئے تعاون کی اپیل

مسجدِ الٰہی زیرِ انتظام شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ حیدرآباد کا تعمیری کام شروع ہو رہا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک مخیرّہ خاتون نے 126 گز اراضی ٹرسٹ ہذا کو مسجد کے لئے وقف کر دی ہے، اللہ تعالیٰ مخیرّہ کو دونوں جہاں میں بہترین بدلہ دے، آمین۔ مسجدِ الٰہی کی زمین مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم وادئ عمر شاہین نگر حیدرآباد کا (اقامتی و غیر اقامتی) ادارہ ہے، جو شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے زیرِ انتظام 2017 سے خدمات انجام دے رہا ہے، بالکل اسی سے متصل ہے۔ مدرسہ ہذا اور بستی کے لئے مسجد ناگزیر ہے، اس وجہ سے آپ تمام حضرات سے گزارش کی جاتی ہے کہ مسجد ہذا کی تعمیری کام میں نقد یا اشیاء کے ذریعہ معائنہ کر کے حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ جزاک اللہ أحسن الجزاء.

Bank Name : IDBI **A/c Number :** 1327104000065876
A/c Name : SHIBLI INTERNATIONAL EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST
IFSC Code : IBKL0001327. Branch: Charminar
Google Pay: 8317692718, WhatsApp : 9392533661

العارض: حافظ وقاری مفتی ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی خطیب مسجد عالیہ، بانی و ناظم مدرسہ ہذا چیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد

مولانا آزاد کے تعلیمی نظریات کی دورِ جدید میں بھی اہمیت برقرار، تعلیم ہی سے ترقی کے زینے طے کئے جاسکتے ہیں، احمد علی میموریل سوسائٹی کی قومی یوم تعلیم تقریب میں مقررین کے خیالات۔ تصویر میں ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی کی سوسائٹی کی جانب سے تہنیت کی گئی، ادارہ احمد علی میموریل سوسائٹی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

تصویر میں پروفیسر محمد مسعود احمد، ڈاکٹر مختار احمد فردین، محسن خان، احمد علی سوسائٹی کے روحِ رواں ڈاکٹر محمد آصف علی، ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی اور دیگر کو دیکھا جاسکتا ہے۔

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad

Nov. 2022

RNI: TELURD/2018/77022
ISSN: 2581-9216

Rs. 20/-

مجتبیٰ ٹکسٹائلس

MUJTABA
TEXTILES FOR THE GENTLEMAN IN YOU

#20-4-20/6/1, 20-4-20/7/5 & 7/6, Punch Mohalla, New Laad Bazar, Khilwath, Hyderabad. T.S. India

Ph: +91 6281040896 - Email: mujtabatextiles18@gmail.com - Web: www.mujtabatextiles.com

Follow us on facebook: https://www.facebook.com/mujtaba.textiles.1

Editor, Printer, Published & Owned by Mohd. Muhamid Hilal
Printed at Daira Electric Press, #22-8-143, Chatta Bazar, Hyderabad. 500 002.
Published at #17-3-352, B1, 2nd Floor, Bafana Complex, Dabeerpura, Hyderabad - 23, T.S
Cell: 9392533661, 8317692718, Email: muhamidhilal@gmail.com